بانی

مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ

مدیر

مولانا محمد فیاض خان سواتی

عمرہ کے متعلق بزرگانِ دین، علماء کرام اور مفتیان عظام کی پسند فرمودہ کتاب

مع زیارات مكة المكرمة و مدينة المنورة

تالیف!

مولانا محمد فیاض خان سواتی

مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم

اس کتاب میں عمرہ کے تمام احکام و مسائل نہایت اختصار سے ذکر کئے گئے ہیں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں موجود زیارات کا تذکرہ بھی موجود ہے اور بہت سی اہم چیزوں کو نقشوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے، عمرہ کرنے والے خواتین و حضرات کیلئے یہ کتاب ایک انمول تحفہ ہے جو عمرہ کے سفر میں ان کیلئے بہترین راہنما ثابت ہوسکتی ہے۔

ناشر! ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

فروری ۲۰۱۹ء	فہرست	جلد ۲۴	شمارہ ۲

ناظم دفتر ماہنامہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ پاکستان
پوسٹ کوڈ 52250 فون 055.4218530، 0302-6693479 ای میل: nusratululoom@gmail.com
زرخریداری بیرونی ممالک امریکہ و یورپ 35 امریکی ڈالر، مشرق وسطیٰ 80 ریال اندرون ملک فی پرچہ 20 روپے سالانہ 250 روپے
ناشر مولانا محمد فیاض خان سواتی
طابع زاہد بشیر پرنٹنگ پریس 13/27 رتیگن روڈ ہجویری پارک لاہور

حالات وواقعات --- ○ --- مولانا زاہدالراشدی
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

سانحہ ساہیوال اور دہشت گردی کے خلاف جنگ

سانحۂ ساہیوال کے بعد جس سوال نے قوم کو سب سے زیادہ پریشان کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ کیا سرکاری اہل کاروں کو یہ کھلا لائسنس دے دیا گیا ہے کہ وہ جسے چاہیں مشکوک سمجھ کر دہشت گرد قرار دیں اور پھر اسے گولیوں سے بھون کر رکھ دیں، جو لوگ اس سانحہ میں فائرنگ کا نشانہ بنے ہیں ان میں سے ایک فیملی کو ابتدائی تحقیقات میں بے گناہ قرار دیا گیا ہے جبکہ ڈرائیور ذیشان کے بارے میں ابھی تک صرف شک کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ وہ دہشت گرد تھا، اس کے دہشت گرد ہونے کا کوئی ثبوت ابھی تک پیش نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ لاہور ہائی کورٹ نے اس سلسلہ میں دو رکنی بنچ تشکیل دے کر جوڈیشل تحقیقات کا فیصلہ کیا ہے جس کی رپورٹ کے بعد طے ہوگا کہ جسے دہشت گرد کہہ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اس کا دہشت گردی کے ساتھ کتنا تعلق تھا؟ مگر سوال یہ ہے کہ بالفرض اگر وہ دہشت گرد بھی تھا اور کارروائی سے قبل اس کے دہشت گرد ہونے کا یقین ہو گیا تھا تو کیا اس طرح کھلے بندوں اسے دیگر پرامن شہریوں کے ہمراہ روڈ پر سفر کرتے ہوئے مار دینے کا کوئی قانونی، اخلاقی یا شرعی جواز پیش کیا جا سکتا ہے؟

کہا جا رہا ہے کہ دہشت گرد کے ساتھ اگر کوئی اور کارروائی کی زد میں آ جائے تو اسے اس کے ساتھ نشانہ بنانا مجبوری ہوتی ہے مگر کیا یہ بات حالت جنگ کی بات ہے یا پرامن حالات میں بھی یہ عذر قابل قبول ہوتا ہے؟ اگر اس کار کے مسافر مقابلہ پر آ گئے تھے اور رمور چہ زن ہو گئے تھے تو کسی حد تک یہ بات سمجھ میں آتی ہے مگر وہ تو غیر مسلح تھے، مقابلہ کی بجائے جان بخشی کیلئے ہاتھ جوڑ رہے تھے حتیٰ کہ جس ڈرائیور کو دہشت گرد کہہ کر اس ساری کارروائی کا جواز پیش کیا جا رہا ہے اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس نے بیلٹ باندھا ہوا تھا اور خالی ہاتھ تھا، بہر حال یہ المناک کارروائی بہت سے تلخ سوالات سمیت اب عدالت کی میز پر ہے اور امید ہے کہ جلد ہی اس کے اصل حقائق قوم کے سامنے آ جائیں گے۔

ہمارے خیال میں اصل بات یہ ہے کہ جس دہشت گردی کے خاتمہ کیلئے بہت سے ادارے اس وقت متحرک ہیں خود اس کی کوئی واضح تعریف اور اتھارٹی ابھی تک طے نہیں پاسکی، عالمی سطح پر جب دہشت گردی کے خلاف طبل جنگ بجایا گیا تو اسی وقت یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ دہشت گردی کی کوئی واضح تعریف طے کرلی جائے اور کسی ملک یا قوم کو دہشت گرد قرار دینے کی کوئی مسلم اتھارٹی تشکیل دی جائے کیونکہ اس طرح محض دہشت گردی کے ٹائٹل کے ساتھ جنگ چھیڑ دینے سے دہشت گردی اور کسی قوم کی جنگ آزادی میں فرق باقی نہیں رہے گا اور بالادست قوتوں کو یہ اختیار خود بخود حاصل ہوجائے گا کہ وہ جسے چاہیں دہشت گرد قرار دیں اور اس کے خلاف اعلان جنگ کردیں، کہا جاتا ہے کہ اقوام متحدہ اور اس کی سلامتی کونسل کو یہ اتھارٹی حاصل ہے مگر سوال یہ ہے کہ جس عالمی سسٹم میں صرف پانچ بالادست قوتوں کو یہ اختیار دے دیا گیا ہو کہ ان میں سے کوئی ایک بھی جس فیصلے کو مسترد کردے اسے پوری اقوام متحدہ اور عالمی رائے عامہ کی حمایت حاصل ہونے کے باوجود قابل قبول نہیں سمجھا جائے گا تو اس طرح کے سسٹم میں بین الاقوامی مسلمات، اکثریتی فیصلوں، عالمی رائے عامہ اور اقوام وممالک کی آزادانہ رائے کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے مگر اس سب کے باوجود اس اقوام متحدہ کے فورم پر بھی دہشت گردی کی تعریف طے کرنے اور قوموں کی جائز جدوجہد آزادی کو اس سے الگ کرنے کا کوئی تکلف گوارا نہیں کیا گیا اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے محاورہ کے مطابق قوت وطاقت اور بالادستی کو ہی قانون اور اتھارٹی کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا عالمی فریم ورک ہے جس کے سائے بلکہ دائرے میں ہم بھی دہشت گردی کے خلاف جنگ کا حصہ ہیں، چنانچہ جس طرح عالمی سطح پر تمام تر اختیارات طاقتور اور بالادست قوتوں کے ہاتھ میں ہیں اسی طرح ان کے فریم ورک میں کام کرنے والے اداروں کی بھی وہ جہاں بھی ہوں اور جس ٹائٹل کے ساتھ ہوں یہی صورت حال ہے اور اگر دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کا زمینی حقائق کی بنیاد پر حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو ''سانحۂ ساہیوال'' طرز کے بہت سے سانحات ادھر ادھر بکھرے ہوئے موجود ملیں گے۔

جہاں تک ہماری قومی پالیسی کا مسئلہ ہے ہم صرف ایک بات کی طرف توجہ دلانے کی جسارت کریں گے کہ ۲۰۰۸ء کے دوران پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لے کر ایک متفقہ قرارداد کے ذریعہ طے کیا تھا کہ

''دہشت گردی کے خلاف جنگ کی پالیسی کا از سر نو جائزہ لے کر قومی سلامتی کیلئے مشترکہ حکمت عملی اختیار کی

جائے گی نیز عسکریت اور انتہا پسندی سے نمٹنے کیلئے مذاکرات پہلی ترجیح ہوں گے۔“

مگر قوم گزشتہ دس برس سے انتظار میں ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی پالیسی کا ازسرِنو جائزہ کب لیا جائے گا اور ملک میں عسکریت اور انتہا پسندی سے نمٹنے کیلئے مذاکرات کا ڈول کب ڈالا جائے گا، وزیراعظم عمران خان نے ایک خطاب میں نعرہ لگایا تھا کہ اب ہم کسی اور کی جنگ کا حصہ نہیں بنیں گے، اس لئے عوام منتظر ہیں کہ موجودہ جنگ سے نکلنے کیلئے پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلے کی روشنی میں حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے، سانحۂ ساہیوال بھی اسی جنگ کا شاخسانہ ہے، کیا ہمارے حکمران اپنی ہی منتخب پارلیمنٹ کے دس سال قبل کے اس متفقہ فیصلے کو ایک بار پھر پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ) --- ○ --- مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
بانی جامعہ نصرۃ العلوم

سوالات کے جوابات بذریعہ قرآنی آیات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ٥ (البقرہ۔۲۱۹)

محترم حاضرین و برادرانِ اسلام!

لوگوں کا سوال اور اللہ کا جواب

سورۃ البقرہ کی یہ آیت مبارکہ میں نے پچھلے جمعہ کے موقع پر بھی آپ کے سامنے تلاوت کی تھی، سورۃ البقرہ لمبی سورۃ ہے جس کی کل ۲۸۶ آیات ہیں اور اس میں مختلف نوعیت کے بہت سے مسائل اور احکام اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں، بعض اوقات لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قسم کے سوالات کرتے تھے جن کے جواب یا تو نبی علیہ السلام وحی الٰہی کے بتلانے پر خود بیان فرما دیتے تھے یا اللہ تعالیٰ مطلوبہ جواب قرآنی آیت کے ذریعے اپنے نبی پر نازل فرما کر لوگوں کو مطلع کرنے کا حکم دیتا، قرآن پاک میں اس قسم کے کم وبیش تیرہ (۱۳) مقامات پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سوالات کا جواب خود بذریعہ قرآنی آیت دے کر نبی علیہ السلام کو بیان کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا طریقہ یہی اختیار کیا گیا جو کہ تلاوت کردہ آیت میں ہے یعنی يَسْئَلُوْنَكَ اے پیغمبر! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں، سوال کرتے ہیں، قُلْ تو آپ اُن کو یوں کہہ دیں، غرضیکہ قرآن پاک کے علاوہ احادیث میں بھی موجود ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سولات کیے اور آپؐ نے ان کے جوابات دیے اور لوگوں کو مسائل اور احکام سمجھائے۔

سوال کرنے کی ممانعت

البتہ قرآن پاک کے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بعض سوالات کرنے کی ممانعت بھی فرمائی ہے، يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ج (المائدہ۔۱۰۱) اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں، تمہاری بدنامی ہوگی اور تمہیں خفت اٹھانی پڑے گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضول سوالات کرنے سے منع فرمادیا، مثلاً ایک شخص نے عرض کیا، حضور! یہ بتائیں کہ میرا باپ کون ہے؟ دراصل اُس شخص کو اُس کے باپ کے بارے میں بعض لوگوں نے شبہ میں ڈال دیا تھا جس کی وہ تصدیق کرنا چاہتا تھا، اُس شخص کے سوال کے جواب میں حضور علیہ السلام نے وحی کے ذریعے اطلاع پا کر بتلا دیا کہ تیرا باپ فلاں ہے، اگرچہ اُس کا باپ وہی تھا جس کی طرف اس کی نسبت تھی مگر اس سوال کی وجہ سے اُس شخص سے اُس کی والدہ اور خود نبی علیہ السلام نے بھی ناراضگی کا اظہار کیا، وجہ یہ تھی کہ اگر اُس شخص کا باپ کوئی دوسرا شخص نکلتا تو یہ بات اُس کے لئے اور اُس کی والدہ کیلئے کس قدر خفت اور شرمندگی کا باعث بنتی، اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ ایسی چیزوں کے متعلق مت سوال کیا کرو کہ اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔

دیہاتی لوگوں کو سوال کی عام اجازت

البتہ ضروری باتیں جن کے ذریعے کوئی مسائل یا دین کے اصول سمجھنا مقصد ہو، ایسے سوال کرنے سے منع نہیں کیا گیا، جب ممانعت سوال سے متعلق مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حاضر باش صحابہ کرامؓ بڑے محتاط ہو گئے اور وہ بالعموم سوال کرنے سے گریز کرتے تھے، یہ وہ صحابہ کرامؓ تھے جو مہذب شہری اور علم سے کسی حد تک شناسا تھے اور آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھتے اور فیض حاصل کرتے تھے، البتہ دیہاتی اور باہر سے آنے والے بدوؤں کیلئے سوال کرنے کی ممانعت نہیں تھی، حدیث میں آتا ہے کہ دیہات کے لوگ حضور علیہ السلام کی مجلس میں آتے تو اپنے لہجہ اور طرز میں جس طرح سوال کرتے، ان کو عام اجازت تھی، مثلاً ایک دیہاتی نے آ کر کہا یا محمد انی اسئلك مشددٌ عليك فی المسئلة فلا تجدن حضورؐ کا نام لے کر بدو کہنے لگا کہ اے محمد! میں آپ سے کچھ باتیں سختی کے ساتھ پوچھوں گا، آپ ناراض نہ ہونا، وہ لوگ ادب آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے اور صریح گفتگو کرتے تھے، حضور علیہ السلام نے خفگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ کہا کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ اُس شخص نے بہت سے سوالات کئے اور حضور علیہ السلام نے اُن کے جوابات ارشاد فرمائے، ساری باتیں اور مسائل اُس شخص کی سمجھ میں آ گئے اور اُس کی عقیدت اتنی پختہ ہو گئی

کہ کہنے لگا واللّٰہ لا ازید علٰی ذٰلك بخدا! میں ان باتوں میں کمی بیشی نہیں کروں گا یعنی ان پر بعینہ اسی طرح عمل کروں گا جس طرح آپؐ نے سمجھایا ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے فرمایا، میرے صحابہ! اگر اس شخص نے اپنی بات کو سچ کر دکھایا تو یہ جنت میں جائے گا۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام اونٹنی پر سوار راستہ پر چل رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے آ کر اونٹ کی مہار پکڑ لی یعنی آپؐ کو آگے جانے سے روک دیا اور آپؐ سے سوالات کرنے شروع کر دیے، اُس شخص کے سوالات بڑے معقول تھے، آپؐ نے اُن کے جوابات دیے، پھر آپؐ نے صحابہ کو متوجہ کیا اور اُس شخص سے فرمایا کہ اپنے سوالات صحابہ کے سامنے دہراؤ تا کہ یہ بھی سن لیں، اُس شخص نے اپنے سوالات دوبارہ پیش کیے اور آپؐ نے جوابات دیے، اس کے بعد اُس شخص سے فرمایا کہ اب تمہارا کام ہو گیا ہے، لہٰذا اونٹنی کو چھوڑ دو۔

سوال و جواب کی مثالیں

میں نے عرض کیا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالٰی نے اس قسم کے کئی سوال و جواب کا ذکر کیا، تلاوت کردہ آیت کے پہلے حصہ میں شراب اور جوئے سے متعلق سوال ہے یسئلونك عن الخمر والمیسر ط آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں قل فیھما اثم کبیرٌ ومنافع للناس آپ کہہ دیں کہ اِن دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فوائد بھی ہیں، مگر اِن کا گناہ فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ اس سے پہلے آیت ۲۱۵ میں بھی خرچہ سے متعلق سوال جواب ہے، یسئلونك ما ذا ینفقون آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال خرچ کی مدات کے متعلق تھا جس کا جواب اللہ نے یہ دیا قل ما انفقتم من خیرٍ فللوالدین والاقربین والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل ط آپ کہہ دیں کہ تم جو مال بھی خرچ کرو، اس میں والدین کی خدمت کو مقدم رکھو اور درجہ بدرجہ اقرباء، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور اِس وقت آغاز خطبہ میں تلاوت کردہ آیت ۲۱۹ میں بھی خرچہ ہی کا سوال ہے مگر اس کا جواب خرچے کی مقدار کی صورت میں دیا گیا ہے، یسئلونك مَا ذا ینفقون ط آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، قُلِ العَفوَ ط آپ کہہ دیں کہ جو زائد ہو وہ خرچ کر دو۔

میں نے عرض کیا مسلمان تو حلال و حرام کے پابند ہیں وہ تو جائز ناجائز دیکھ کر کماتے ہیں اور جائز ناجائز دیکھ کر خرچ کرتے ہیں، مگر غیر مسلم کسی حلال حرام کے پابند نہیں ہیں بلکہ وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ کونسی چیز ان کے لئے مفید

ہے اور کون سی غیر مفید ہے، مثلاً اہل ایمان کیلئے پیشاب ایک فضلہ ہے اور قطعی حرام ہے، خواہ یہ کسی طرح بھی صاف کیا گیا ہو، اگر ڈاکٹر کہہ دے کہ یہ فلٹر شدہ پیشاب صاف شفاف پانی ہے تو غیر مسلم تو اسے استعمال کر سکتا ہے، مگر ایک مسلمان کے نزدیک یہ حرام ہی رہے گا، ہاں اگر کسی حرام چیز کی ہیئت تبدیل ہو جائے تو وہ الگ بات ہے اور وہ چیز استعمال کی جا سکتی ہے، مثلاً حرام چربی میں سوڈا کاسٹک ملا کر اُسے صابن بنا لیا جائے تو اُس کی ہیئت تبدیل ہو جائے گی اور وہ صابن ایک مسلمان کیلئے استعمال کرنا روا ہی ہوگا، دوسری مثال یہ ہے کہ لکڑی پر تیمّم کیا جا سکتا ہے اور اگر لکڑی جل کر راکھ بن جائے تو اس پر تیمّم روا نہیں ہے کیونکہ لکڑی کی ہیئت بدل گئی ہے اور اس کا حکم مختلف ہے۔

حلال روزی کی تلاش

اب مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور مسلمانوں کیلئے روا نہیں ہے کہ وہ اسے حرام اور ناجائز ذرائع سے حاصل کریں، اگر ایسا کریں گے تو وہ مال ناجائز اور حرام ہوگا، آپ خطبہ میں ہمیشہ سنتے رہتے ہیں اَلَا فاتقوا اللّٰہ واجملوا فی الطلب لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ اور جائز ذرائع سے روزی تلاش کرو، غلط راستے مت اختیار کرو کیونکہ اس ذریعہ سے حاصل شدہ روزی حرام ہوگی اور یہ مسلمان لیے روا نہیں ہے، طلب الرزق فریضة من بعد الفرائض فرائض از قسم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی کے بعد اپنے اور بال بچوں کیلئے روزی کی تلاش بھی ایک مسلمان کیلئے فرض کا درجہ رکھتی ہے، گویا ایک مسلمان حصولِ رزق کا بھی پابند ہے، آپ علماء کرام سے یہ حدیث عموماً سنتے رہتے ہیں الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر یعنی یہ دنیا مومن کے حق میں قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے، جس طرح کوئی قیدی جیل میں اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتا بلکہ جیل قوانین کا پابند ہوتا ہے، افسرانِ جیل کے حکم کے مطابق اٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا، سوتا جاگتا اور مشقت کرتا ہے، اسی طرح ایک مومن آدمی اس دنیا میں احکام شریعت کا پابند ہوتا ہے، وہ انہی احکام کے مطابق روزی کماتا ہے، خرچ کرتا ہے، حلال وحرام کا پابند ہوتا ہے، اوقاتِ مقررہ میں فرائض بجا لاتا ہے، اپنے اہل خانہ، عزیز و اقارب، اہل قریہ سے تعلقات استوار کرنے کا پابند ہوتا ہے لہٰذا یہ دنیا اس کے لئے بمنزلہ قید خانہ کے ہوتی ہے اور کافر چونکہ ان چیزوں کا پابند نہیں ہوتا، وہ اپنی مرضی سے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے لہٰذا یہ دنیا اس کیلئے جنت کے مانند ہے۔

اسراف وتبذیر کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو حکم دیا ہے، کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ (الاعراف۔۳۱)

لوگو! کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری جگہ فرمایاوَلاتبذر تبذیراً اِن المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین۔ (بنی اسرائیل۔۲۶،۲۷) فضول خرچی مت کرو بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر گزار ہے۔ضرورت سے زائد یا بلاضرورت خرچ کرنا ایک مسلمان کیلئے قطعاً روا نہیں ہے، یہ تو شیطانی کام ہے، جہاں دوسو روپے خرچ کرنے سے کام نکل سکتا ہے، وہاں ہزار روپے محض اپنی شہرت اور شیطانی جذبات کی تسکین کیلئے خرچ کرتے ہو، رسم ورواج کی ادائیگی کر کے شیطان کو خوش کرتے ہو، یہ تو حرام ہے، آج نہیں تو کل ضرور پکڑے جاؤ گے، اسی لئے فرمایا کہ یہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے یعنی وہ ہر کام شریعت کے حکم کے مطابق انجام دینے کا پابند ہے اور کافر آزاد ہے۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد

آج تلاوت کردہ آیت کی روشنی میں آپ کے سامنے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا قرآن وسنت سے سمجھایا ہوا پروگرام پیش کرنا چاہتا ہوں، شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اللہ کے نبیوں کی بعثت دراصل لوگوں کو عبادات کے طور طریقے بتلانے کیلئے ہوتی ہے، چنانچہ اللہ کا نبی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات وخیرات وغیرہ کے جو طریقے بتلاتا ہے، ایک مومن انہی کے مطابق عمل کرتا ہے، اپنی مرضی سے کوئی ہزار عبادات کرے، بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہوگی، اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے عاملةٌ ناصبةٌ ٥ تصلٰی نارًا حامیةً ٥(الغاشیہ۔۳،۴) دنیا میں بڑے بڑے محنت کش، عبادت گزار قیامت والے دن تھکے ہوئے ہوں گے کیونکہ ان کی اپنی مرضی کی ادا کی ہوئی عبادت کسی ٹھکانے نہیں لگے گی اور وہ سخت مایوس ہوں گے، ان کی عبادات اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں تھی بلکہ اپنی مرضی سے اپنے خودساختہ طریقے پر کی گئی تھی، ایسی عبادت کے فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہوگا، بجالانے والے پکڑے جائیں گے اور جہنم رسید ہوں گے، غرضیکہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اولاً بالذات بات تو یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبیوں کو عبادت کے طور طریقے سکھلانے کیلئے مبعوث فرمایا ہے اور کبھی کبھی ان کی بعثت کے مقصد میں اخمال الرسوم الفاسدۃ یعنی بری رسم ورواج کو مٹانا بھی ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ غلط رسومات کی بنا پر ہی معاشرت میں انتشار پیدا ہوتا، تمدن خراب ہوتا اور انسانیت میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اصلاح الرسوم

مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ نے تمام رسوم کے موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہی ''اصلاح الرسوم'' رکھا ہے، آپ نے اس کتاب میں معاشرے میں رائج ہر قسم کی رسوم کا ذکر کیا ہے اور انکی اصلاح کی کوشش کی ہے، اِن رسوم میں شادی بیاہ، موت وحیات، غمی اور خوشی کی رسمیں ہیں، پھر ان رسومات کا ذکر ہے جو شب معراج اور شب برات میں ادا کی جاتی ہیں، چراغاں اور بارود بازی کی جاتی ہے، ان رسومات فاسدہ پر بے دریغ مال خرچ کر کے حرام کا ارتکاب کیا جاتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کا سبب ہے، آج نہیں تو ان سوم کے مرتکبین کل قیامت کو ضرور پکڑے جائیں گے۔

آج کل بسنت کا موسم ہے، یہ تو ہندوؤں کا تہوار ہے جس میں مسلمان بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہم ہندوؤں کی تقلید کر رہے ہیں، بسنت کے علاوہ ہولی، دیوالی، دسہرا، جنم اشٹمی وغیرہ سب ہندوؤں کے تہوار ہیں، اسی طرح کرسمس عیسائیوں کا تہوار ہے مگر مسلمانوں کو کون روکے، انہیں فضول خرچی اور بے حیائی کا کوئی موقع ملنا چاہئے خواہ کسی طرف سے آئے، بسنت میں مال کے ضیاع کے علاوہ چھتوں پر چھڑنے سے آس پڑوس کی جو بے پردگی ہوتی ہے، وہ الگ ہے۔

مسلمانوں کیلئے خوشی کے دو مواقع

حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کے لئے عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو ہی تہوار مقرر فرمائے ہیں، سال بھر میں خوشی کے یہی دو مواقع ہیں، ایک میں صدقہ فطر دیا جاتا ہے جبکہ دوسرے میں جانوروں کی قربانی پیش کی جاتی ہے، اچھا لباس اور کھانے پینے کی فراوانی ہوتی ہے لیکن کسی غلط کام میں شریک ہونے کی اجازت نہیں ہوتی، اللہ کے نبی عیدین کے موقع پر نمازِ عید ادا کرنے کے بعد لوگوں کو جہاد پر روانہ فرماتے تھے، عید ہوگئی، نماز پڑھ لی، کھا پی لیا، اب لشکر جہاد کیلئے جا رہے ہیں، کھیل تماشے میں شرکت نہیں، شراب، جوا اور ڈانس کا کوئی شغل نہیں کیونکہ یہ سب تو رسوماتِ فاسدہ ہیں جو تمدن میں داخل ہو کر اس کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔

فاسد رسوم کے ذرائع اجراء

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ معاشرے میں غلط کام اور فاسد رسوم حکمرانوں کے ذریعے داخل ہوتی ہیں، پہلے درجے میں حکمران ہی ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، دوسرے درجے میں فاسد لوگ ان کے

ساتھ شامل ہوجاتے ہیں، اس کے بعد تیسرے درجے میں وہ لوگ شامل ہوجاتے ہیں جن کو نیکی کی طرف کوئی راستہ نہیں ملتا اور وہ مجبوراً ان غلط امور میں شامل ہوجاتے ہیں اور چوتھے درجے میں وہ صالح لوگ ہوتے ہیں جن کی بات کوئی سننے کیلئے تیار نہیں ہوتا، وہ زبانی طور پر نیکی کی لاکھ باتیں کریں مگر بے اثر ثابت ہوتی ہیں، تو اسی طرح رسوماتِ فاسدہ سوسائٹی میں پختہ ہوجاتی ہیں۔

پاکستان کی کرنسی پر مسٹر جناح کی فوٹو چھاپی گئی ہے، اس کا کیا فائدہ؟ کیا صرف نام کے ساتھ نوٹ اور سکے نہیں چل سکتے؟ پھر مسٹر جناح کا ہر سال اس کی تاریخ پیدائش پر دن منایا جاتا ہے، آخر یہ حرام کام کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا یہ خدا کی لعنت کو دعوت دینے والی بات نہیں ہے؟ یہ رسوم اسی طرح قائم اور پختہ ہوچکی ہیں اور آج اس برائی کو برائی ہی نہیں سمجھا جاتا۔ ہمارے دین میں کسی جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے، آج سارا معاشرہ حرام کاموں سے بھرا ہوا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ قوم ترقی کررہی ہے حالانکہ لوگ تو تنزل کی طرف جارہے ہیں، ہر روز اخبارات میں چھپنے والی بے پردگی والی تصاویر بچوں کے اذہان کو برباد کررہی ہیں، بچوں کی ذہانت تباہ ہورہی ہے، شہوانی خیالات آئندہ نسلوں کو بری طرح تباہ کررہے ہیں، یہ سب لعنتی تمدن ہے جو فاسد حکمرانوں کے ذریعے قائم ہوا ہے، ہمارے جیسے درویشوں کی تو کوئی بات ہی نہیں سنتا۔

مسئلہ کشمیر اور اہل پاکستان

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نبی اگرچہ اولاً بالذات عبادت کے طریقے سمجھانے کیلئے مبعوث ہوتے ہیں مگر فاسد رسومات کو ختم کرنا بھی اُن کی بعثت کے مقصد میں داخل ہوتا ہے، میں نے عرض کیا کہ بسنت ہندوؤں کی رسم ہے، اس کو اچھا نہ سمجھیں، یہ بہت برا کام ہے، ہندو سنبھل گیا ہے مگر ہماری حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جارہی ہے، اُس نے کشمیر میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کررکھا ہے، وہاں قتلِ عام ہورہا ہے اور تم یہاں پتنگ بازی کررہے ہو، کس قدر بے غیرتی کی بات ہے، متعصب سے متعصب ہندو بھی اس وقت آپس میں متفق ہیں، ان کو کہا گیا کہ اس وقت بابری مسجد کا مسئلہ نہ چھیڑنا، اسے کسی مناسب وقت کیلئے چھوڑ دو تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے، مگر پاکستان کا حال یہ ہے کہ کراچی میں سندھی اور مہاجر ایک دوسرے کو قتل کررہے ہیں، کیا اس اخلاق کے لوگ کشمیر فتح کریں گے، کیا یہ ہندوؤں سے ٹکر لیں گے؟ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، پاکستان کی ساری پارٹیوں کو اتفاق واتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہئے، اس اتفاق کو لڑ جھگڑ کر برباد نہ کریں، اتفاق واتحاد کا دور دورہ ہو، ایمانی حمیت ہو، اپنی

کوتاہیوں کا اقرار اور خدا تعالیٰ سے معافی طلب کی جائے تو ممکن ہے خدا تعالیٰ مہربانی فرما دے، وگرنہ موجودہ حالات میں تو بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، ذرا ذرا سی بات پر اپنی نا اتفاقی کا مظاہرہ کر کے ہندوؤں کو مزید مضبوط بننے کا موقع فراہم کیا جا رہا ہے، جبکہ تمہارا کیس پہلے ہی کمزور ہے، تم کشمیر کو کیا سنبھالتے ہو، پہلے اپنے آپ کو تو سنبھالا دو، پھر کشمیر کی بات کرو۔

میرے محترم بزرگو! رسوماتِ فاسدہ کی یہ بات تھی، جو میں نے عرض کر دی ہے۔ اللہ نے اپنے نبیوں کو اس لئے بھیجا تا کہ رسومات فاسدہ کو ختم کریں اور اچھی باتوں کو جاری کریں، شاہ صاحبؒ نے رسومات باطلہ پر مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں ایسی تمام رسومات کا ذکر کیا گیا ہے۔

دعائیہ کلمات

یہ صاحب کہتے ہیں کہ میرے والد قمر الدین صاحب گزشتہ جمعرات کو وفات پا گئے ہیں، یہ صاحب کہتے ہیں کہ میرا بھانجہ لیہ میں انتقال کر گیا ہے، باغبانپورہ والے حاجی محمد اسماعیل صاحب وفات پا گئے ہیں، بڑے نیک آدمی تھے، جمعہ کی نماز اور صبح درس قرآن اس مسجد میں سنتے تھے، ان کا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ ربط تھا، یہ صاحب کہتے ہیں کہ میرا چھوٹا بھائی الطاف بٹ شدید بیمار ہے، ہماری برادری میں بھائی حاجی جاندار خاں مانسہرہ میں رہتے تھے، گزشتہ ہفتہ وفات پا گئے ہیں، بعض حضرت مالی اور گھریلو پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔

بھائی! سب حضرات دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان فوت شدگان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور اپنی رحمت کے مقام میں جگہ نصیب فرمائے۔ جو مسلمان بیمار ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جسمانی، روحانی بیماریوں سے صحت کاملہ نصیب فرمائے، جو مسلمان پریشان حال ہیں اللہ تعالیٰ سب کی ہر قسم کی پریشانیوں کو دور فرمائے، کاروبار میں برکت اور حلال رزق نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق کے سمجھنے اور اس پر کاربند ہونے کی توفیق بخشے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ ۹ فروری ۱۹۹۰ء)

مولانا محمد فیاض خان سواتی

شوقِ مطالعہ

عالمگیرؒ نے گانا بجانا بند کرادیا

جناب حضرت مولانا علامہ شبلی نعمانیؒ المتوفی ۱۳۳۱ھ رقمطراز ہیں۔

''عالمگیر اگرچہ خود جیسا کہ مآثر عالمگیری میں بہ تصریح لکھا ہے، فن موسیقی کا ماہر تھا لیکن مزامیر کے ساتھ گانا چونکہ شرعاً ممنوع ہے اور دربار شاہی کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی بالکل بند کر دیا۔ گویّوں نے اس پر ایک مصنوعی جنازہ نکالا۔ عالمگیر نے دیکھ کر کہا۔ ہاں مگر ایسا دفن کرنا کہ پھر نہ اٹھے۔''

(اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر ص ۱۱۹، طبع لاہور)

خطرناک خوش طبعی

جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے سابق ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ رقمطراز ہیں۔

''اکبر کے ملک الشعراء شیخ فیضی کے یہاں ایک بار اس زمانہ کا مشہور شاعر عرفی شیرازی گیا تو اس وقت فیضی ایک کتے کے پلے سے کھیل رہا تھا۔ عرفی نے پوچھا اس مخدوم زادہ کا کیا نام ہے؟ فیضی نے کہا عرفی۔ عرفی نے برجستہ کہا مبارک باشد۔ فیضی تلملا کر رہ گیا کیوں کہ اس کے باپ کا نام مبارک تھا۔''

(منتخب التواریخ جلد سوم ص ۲۸۴) (بزم رفتہ کی سچی کہانیاں حصہ دوم ص ۹۹، طبع کراچی)

ترقی معکوس

علامہ سید عبداللہ بن محمد الحجازی الحلبی الحنفی المعروف بابن قضیب البانؒ المتوفی ۱۰۹۶ھ رقمطراز ہیں۔

''ایک غلام کا آقا تھا جو خود تو خاص آٹے کی روٹی کھاتا تھا لیکن غلام کو بغیر چھانے آٹے کی روٹی کھلاتا تھا، غلام نے اس بات کو ناپسند کیا اور اس سے اپنے بیچنے کا مطالبہ کیا، اس نے بیچ دیا، اب اس کو ایک ایسے آقا نے خریدا جو خود تو بے چھانا آٹا کھاتا تھا لیکن غلام کو بھوسا کھلاتا تھا، اس سے بھی اس نے بیچنے کا مطالبہ کیا تو اس نے بھی اسے بیچ

دیا، اب اس کو ایک ایسے آقا نے خریدا جو خود تو بھوسا کھاتا تھا اور غلام کو کچھ بھی نہیں کھلاتا تھا تو اس سے بھی اس نے بیچنے کا مطالبہ کیا، اب اس کو ایک ایسے آقا نے خریدا جو کچھ بھی نہیں کھاتا تھا اور رات کے وقت اسے بٹھاتا اور سٹینڈ کی جگہ اس کے سر پر چراغ رکھتا تھا، غلام اس کے پاس ٹھہرا رہا لیکن اس سے اپنے بیچنے کا مطالبہ نہ کیا، تو غلاموں اور لونڈیوں کے ایک تاجر نے اس سے پوچھا کہ تو کس لئے اس حالت پر راضی ہو گیا ہے؟ تو غلام نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ اب مجھے وہ آقا نہ خرید لے جو چراغ کی جگہ میری آنکھ میں بتی رکھنا شروع کر دے۔''

(کتاب تفریح المہج بتلویح الفرج الجامع للکتب الثلاثۃ (الاول) حل العقال عربی ص ۲۶ طبع مصر)

حضرت ذوالنون مصریؒ کی کرامت

امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانیؒ المتوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

''ابوعبداللہ الجلاءؒ کہتے ہیں کہ میں مصر میں دریائے نیل کے کنارہ کی طرف نکلا تو میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو رو اور چلا رہی تھی، اس کو حضرت ذوالنونؒ نے پایا اور اس سے پوچھا کہ تو کیوں رو رہی ہے؟ اس نے کہا میرا ایک بیٹا تھا اور میری آنکھ کی ٹھنڈک جو میرے سینے پر تھا، ایک مگرمچھ دریا سے نکلا اور اس نے مجھ سے میرے بیٹے کو چھین لیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنونؒ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے اور دو رکعتیں ادا کیں اور پھر کئی دعائیں کیں، پس اچانک مگرمچھ دریائے نیل سے باہر نکلا، بچہ اس کے پاس تھا جو اس نے اس کی ماں کو دے دیا، ابوعبداللہؒ کہتے ہیں کہ ماں نے بچے کو پکڑا اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔''

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء عربی ج ۹ ص ۳۶۶ طبع بیروت، لبنان)

انسان بننے کا جامع نسخہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ المتوفی ۱۳۸۱ھ نے فرمایا۔

''سب کچھ بننا ہے آسان۔ سب سے مشکل بننا ہے انسان۔ انسان بناتا ہے فقط قرآن۔''

(ملفوظات طیبات ص ۱۴۲، مرتبہ محمد عثمان غنی بی۔اے، طبع لاہور)

مولانا زاہد الراشدی
جانشین امام اہل السنۃؒ

حلال وحرام کے اسلامی اصول واحکام

[۱۵، جنوری ۲۰۱۹ء کو میونسپل ہال ہری پور ہزارہ میں الاقتصاد اسلامک سوسائٹی کی تقریب سے خطاب]

بعد الحمد والصلوٰۃ!

ہری پور کے ان نوجوان علماء کرام کا شکرگزار ہوں جو ''الاقتصاد اسلامی سوسائٹی'' کے عنوان سے اپنے تاجر دوستوں کے ہمراہ معاشرہ میں حلال وحرام کا تصور اجاگر کرنے اور اس حوالہ سے اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کیلئے سرگرم ہیں، آج کی اس اہم تقریب میں انہوں نے مجھے بھی مدعو کیا اور کچھ عرض کرنے کا موقع فراہم کیا، میں اس بات پر خوشی اور اطمینان محسوس کر رہا ہوں کہ نوجوان علماء معاشرہ کے عملی مسائل کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور معاشرتی زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی سرگرمیوں اور ترجیحات کو نئے انداز میں ترتیب دے رہے ہیں، یہ ہماری ملی، دینی اور قومی ضرورت ہے اور علماء کرام کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

انسانی سوسائٹی کی راہ نمائی اور ہدایت کیلئے وحی الٰہی کی صورت میں جو آسمانی تعلیمات نازل ہوتی رہی ہیں، ان میں انسانی معیشت کے اسباب ومواقع اور حلال وحرام کے دائرے ہر دور میں اجاگر کیے جاتے رہے ہیں اور سابقہ آسمانی کتابوں میں اس سلسلہ میں واضح ہدایات وتعلیمات میں موجود ہیں، خاص طور پر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے بارے میں خاص اہمیت کے ساتھ یہ ہدایات اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام نے ارشاد فرمائی تھیں کہ [۱] ماپ تول میں کمی نہ کرو اور [۲] لوگوں پر ان کی اشیاء کو خراب نہ کرو، یعنی مالِ تجارت کی مقدار اور معیار دونوں صحیح رکھو، نہ وزن اور ماپ میں کمی بیشی کرو اور نہ ہی دو نمبر مال بیچو، بلکہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کا یہ مکالمہ بھی قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے جس میں قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو طعنہ دیا تھا کہ

''یا شعیب أصلاتك تأمرك ان نترك ما یعبد آباؤنا أو ان نفعل فی اموالنا مانشآء''

کیا تمہاری نمازیں تمہیں اس بات کا حکم دیتی ہیں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں اپنی مشیت اور مرضی کے ساتھ تصرف نہ کریں۔

اسی تسلسل اور تناظر میں اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے بھی عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ تجارت و معیشت اور زندگی کے دیگر معاملات کو موضوع بنایا اور معاشرہ کے ہر شعبہ کے لئے ہدایات دیں۔

حلال وحرام کے بارے میں قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں بات کی گئی ہے اور اس کے بیسیوں پہلوؤں کے لئے ہدایات دی گئی ہیں جن کی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل کے ساتھ وضاحت کی اور حضرات صحابہ کرامؓ نے ان کے مطابق زندگیاں گزار کر اسلامی معیشت اور حلال وحرام کے فرق پر مبنی سوسائٹی کا علمی نقشہ پیش کیا جو قیامت تک نسل انسانی کیلئے راہ نما رہے گا۔

ان بیسیوں پہلوؤں میں سے تین چار امور کا آج کی محفل میں تذکرہ کرنا چاہوں گا تاکہ اس سلسلہ میں اسلام کا مزاج اور قرآن کریم کا اسلوب واضح ہو سکے۔

پہلی بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''حلال وحرام'' کی اتھارٹی کے بارے میں یہ بات بطور عقیدہ بیان فرمائی ہے کہ حلال اور حرام کا تعین صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے اور اس میں کسی اور کو اتھارٹی ماننے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کی قسم بتایا ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتمؓ سے کہا کہ مسیحی امت میں احبار و رھبان یعنی علماء و مشائخ کو حلال وحرام کے بارے میں جو اتھارٹی مانا جاتا ہے قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو ''أربابا من دون اللّٰه'' بنالیا ہے، میں مثال کے طور پر یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کائنات میں کسی کو یہ اختیار دیتا تو اس کا سب سے زیادہ حق جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بنتا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کیلئے شہد استعمال نہ کرنے کی قسم اٹھالی تو اللہ تعالیٰ نے اسے حلال کو حرام کر دینے سے تعبیر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب کیا کہ ''لم تحرم ما أحل اللّٰه لك'' جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی ہے اسے آپ کیوں حرام کر رہے ہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ ہمارے ہاں بھی تو بہت سے حلال وحرام جناب نبی اکرم

صلی اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں اور ہمارے فقہاء اور مجتہدین ہمیشہ حلال وحرام میں بحث کرتے رہتے ہیں، اس سے کیا مراد ہے؟ گزارش یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو جو فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں اور ان کی کوئی بات بھی اپنی طرف سے نہیں ہوتی، جبکہ فقہاء اور مجتہدین حلال وحرام کے حوالہ سے جو گفتگو اور بحث ومباحثہ کرتے ہیں وہ اجتہادی عمل ہوتا ہے، اس میں ان کا کوئی صوابدیدی اختیار نہیں ہوتا، وہ دلائل کی بنیاد پر بات کرتے ہیں اور استنباط واستدلال کے دائرے میں اپنی بات کو واضح کرتے ہیں، ان کے پاس کوئی صوابدیدی اختیار نہیں ہوتا کہ وہ جسے چاہیں حلال کر دیں اور جسے چاہیں حرام قرار دے دیں، انہیں اپنی بات کیلئے دلیل دینا پڑتی ہے اور دلیل کی بنیاد پر ہی ان کی بات قبول کی جاتی ہے، اتھارٹی کے درجہ کا صوابدیدی اختیار کہ جسے چاہے حلال کر دے اور جسے چاہے حرام قرار دے، صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس کی قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں ارشادات میں وضاحت فرمائی ہے۔

دوسری بات یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کسی چیز کے حلال ہونے یا اس کو حرام قرار دینے کا سبب کیا ہوتا ہے؟ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی چیز کو اس کے نقصان اور ضرر کے باعث حرام قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں کسی چیز کو حرام بتایا جائے تو اس پر بحث شروع ہو جاتی ہے کہ اس کا نقصان کیا ہے؟ بلکہ اس کے فوائد کو اجاگر کرنا شروع کر دیا جاتا ہے، یہ بات درست ہے کہ کسی چیز کو حرام قرار دینے کا سبب ان کا ضرر اور نقصان بھی ہوتا ہے، اس سے انکار نہیں، مگر قرآن کریم نے اس کے کچھ اور اسباب بھی بیان فرمائے ہیں، جنہیں سامنے رکھنا ضروری ہے۔

مثلاً بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا کہ ''فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم'' یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض ایسی چیزیں حرام کر دیں جو پاک وطیب تھیں اور اس سے پہلے ان کیلئے حلال تھیں، گویا کچھ چیزیں ان پر سزا کے طور پر حرام کی گئی تھیں، جبکہ ان چیزوں میں کوئی نقصان اور ضرر نہیں تھا، اسی طرح ایک جگہ قرآن کریم نے یہودیوں پر بعض چیزوں کو حرام قرار دینے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ''ذلك جزيناهم ببغيهم'' یہ ہم نے ان کو سرکشی کی سزا دی، یہاں بھی حرام قرار دینے کی وجہ سزا بتائی گئی ہے۔

اسی طرح بعض مقامات پر جائز چیز کو ناجائز قرار دینے کی وجہ امتحان بیان کی گئی ہے کہ یہ دیکھنے کیلئے کہ یہ لوگ

حکم کو مانتے ہیں یا نہیں حلال چیزوں کو حرام کر دیا گیا، مثلاً مسلمانوں کیلئے حالت احرام میں شکار کو حرام قرار دیا گیا ہے، جو عام حالات میں جائز اور حلال ہے مگر حج اور عمرہ کرنے والے کے لئے حالت احرام میں اسے حرام سے تعبیر کیا گیا، بلکہ رمضان المبارک میں تو ہم پورا مہینہ اس کیفیت میں گزارتے ہیں کہ ایک چیز سحری ختم ہونے سے پہلے جائز تھی مگر سحری کا وقت ختم ہونے پر ناجائز ہوگئی، افطار کے وقت سے پہلے اس کا استعمال ناجائز تھا مگر افطار کا وقت ہوتے ہی جائز بلکہ سنت ہوگئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ جائز ناجائز ہونے یا حلال حرام ہونے کی بنیاد اس چیز کی ماہیت اور نفع نقصان پر نہیں بلکہ حکم خداوندی پر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے وہ حرام ہے اور جسے حلال بتایا ہے وہ حلال ہے۔

ان دونوں اصولوں کے حوالہ سے آج کا ماحول دیکھیں تو ہم اس کے بالکل الٹ چل رہے ہیں، آج کی مارکیٹ اکانومی میں مارکیٹ ہی کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے کی بنیاد ہے، مارکیٹ میں جس کی طلب ہے وہ جائز ہے اور جسے مارکیٹ نے مسترد کر دیا وہ دوسری فہرست میں چلی گئی ہے، پھر فیصلہ کرنے کا اختیار بھی انسانوں کے پاس ہے کہ وہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کریں، یہ انسانی فرد کی صورت میں ہو، ادارے کی شکل میں ہو، سوسائٹی کے عنوان سے ہو یا منتخب پارلیمنٹ کے ٹائٹل کے ساتھ ہو ایک ہی بات ہے اور آج کے ماحول میں ان سب شکلوں میں انسان ہی کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں جس میں آسمانی تعلیمات اور وحی الٰہی کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

اسی طرح حلال وحرام میں آج کی سب سے بڑی بنیاد اس کا نفع ونقصان ہے، جو چیز کسی درجہ میں فائدہ مند دکھائی دیتی ہے اسے جائز قرار دیا جاتا ہے اور جسے نقصان دہ سمجھ لیا جاتا ہے وہ ناجائز متصور ہو جاتی ہے اور اس حوالہ سے سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع سے حلال وحرام کے اسلامی ضابطوں کو زیر بحث لایا جاتا ہے، وہ علماء کرام کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔

اس لئے مجھے آج کی اس نشست میں شریک ہو کر خوشی ہو رہی ہے کہ ان مسائل پر بحث ومباحثہ اور حلال و حرام کا شعور اجاگر کرنے کیلئے علماء کرام اور دینی ذوق رکھنے والے تاجر حضرات منظم ہو رہے ہیں، میں ہری پور کے علماء کرام کو اس پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان کی اس محنت کو قبول فرمائیں اور اس کا دائرہ پورے ملک میں وسیع فرما دیں، آمین یارب العالمین۔

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

بسنت اور اس کا پس منظر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نُجُوْمِ الْھُدٰی، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

قَد اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَo اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِی صَلَاتِھِمْ خٰشِعُونَo وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَo

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

محترم حاضرین و برادران اسلام وخواتین محترمات!

تمہید

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم اٹھارویں پارہ میں سے ''سورۃ المؤمنون'' کی ابتدائی ۳ آیات تلاوت کی ہیں، گزشتہ جمعہ میں نے عرض کیا تھا کہ آئندہ جمعہ بسنت اور اس کے پس منظر کے موضوع پر کچھ معروضات آپ کے گوش گزار کروں گا، تلاوت کردہ تین آیات میں سے پہلی دو آیتوں کے بارہ میں، میں گزشتہ اور اس سے پیوستہ دو تین جمعوں میں عرض کر چکا ہوں، آج ان میں سے صرف تیسری آیت کے بارہ میں کچھ عرض کرنا ہے۔

تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ ومفہوم

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں قَد اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o تحقیق کامیاب ہوگئے مومنین۔کون سے مومنین؟ ان کی پھر آگے سات آٹھ صفات بیان کی گئی ہیں، جن میں سب سے پہلے نمبر پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِی صَلَاتِھِمْ خٰشِعُونَ o وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں، اس کے بارہ میں، میں آپ کے

سامنے بیان کر چکا ہوں، اگلی صفت اللہ تبارک وتعالیٰ نے کامیاب ہونے والے مومنین کی بیان فرمائی ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ اور وہ جولغو سے اعراض کرنے والے یعنی اس سے بچنے والے ہوتے ہیں۔ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لغو کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کو پہلے سمجھنا چاہئے، اسی پر میری تقریر کا سارا مدار ہوگا۔ لغو کو سمجھنے کیلئے پہلے یہ ذہن میں رکھیں کہ قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے اور یہ دائمی کلام ہے، قیامت تک جتنے بھی لوگ آئیں گے یہ ان سب کیلئے فٹ ہوتا چلا جائے گا، آج تک چودہ صدیاں گزر گئی ہیں، تاہم جو جو واقعات رونما ہو رہے ہیں قرآن کریم ان پر فٹ ہوتا چلا جا رہا ہے، اسی طرح تا قیامت جو کچھ ہوگا، یہ اس پر فٹ ہوتا چلا جائے گا، یہ قرآن کریم کی بہت بڑی عظمت کی بات ہے۔

لغو کا وسیع مفہوم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں لغو کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جس کی تفسیر اور تشریح میں مفسرین کرام، محدثین عظام، فقہاء کرام اور علماء امت یہ فرماتے ہیں کہ لغو میں ہر باطل بات آجاتی ہے، غرضیکہ ہر وہ بات جس کا نہ اللہ حکم دیتا ہے نہ پسند کرتا ہے، نہ نبی حکم دیتا ہے نہ پسند کرتا ہے، نہ شریعت اسلامیہ حکم دیتی ہے نہ پسند کرتی ہے اور ایسا کام جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں کوئی فائدہ ہے، نہ دینی طور پر فائدہ ہے نہ دنیاوی طور پر فائدہ ہے، نہ جسمانی طور پر فائدہ ہے نہ مالی طور پر فائدہ ہے، چنانچہ اسی لحاظ سے لغو باتیں فرائض میں رکاوٹ ڈالتی ہیں اور حلال وحرام کے امتیاز کو ختم کر دیتی ہیں، گویا یہ ساری چیزیں لغو میں شمار ہوتی ہیں اور اس میں دنیا جہان کی جتنی بھی خرابیاں ہیں ساری اکٹھی ہو جاتی ہیں، اس وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے علی الاطلاق لغو کا لفظ استعمال کر کے ایسی تمام قبیح باتوں کی بیخ کنی کر دی ہے، کیونکہ قرآن کریم جب نازل ہو رہا تھا اس وقت بسنت نہیں ہوتی تھی، اب کوئی قرآن و حدیث سے بسنت کو تلاش کرنا شروع کر دے تو وہ بیوقوف ہی ہوگا، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لغو کا لفظ استعمال کیا اور اس میں سب لغویات اور ہر قسم کی باطل باتیں اکٹھی کر دیں۔

کامیاب اور ناکام ہونے والے عباد الرحمٰن

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں کامیاب ہونے والے مومنین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ فلاح پانے والے اور کامیاب ہونے والے مؤمنین وہ ہوتے ہیں جو لغو سے اعراض کرتے اور اس سے بچتے ہیں، جبکہ دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اللہ کے بندوں کی صفات میں جو باتیں بیان فرمائی ہیں کہ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الآیۃ،

یعنی اللہ کے بندے ایسے ایسے ہوتے ہیں تو اُس جگہ پر بھی بہت ساری صفتیں بیان کی ہیں، انیسویں پارہ اور سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں یہ باتیں مذکور ہیں، غرضیکہ وہاں بھی اللہ کے بندوں کی ایک صفت یہی بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں جو اللہ کی بات کو مانتے ہیں، اس کے احکام کو قبولتے اور اس کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں، فرمایا ان کی ایک صفت یہ ہے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ٥ (الفرقان۔۷۲) یہاں بھی لغو کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ جب کسی باطل اور لغو بات پر ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ وہاں سے شریفانہ طریقے سے گزر جاتے ہیں، وہاں ٹھہر کر ان میں شامل نہیں ہوتے اور ان کے ساتھ مل کر وہی کام کرنا شروع نہیں کر دیتے، تو جہاں لغو باتیں ہو رہی ہوں اور انجام دی جا رہی ہوں، اللہ کے بندوں کی صفت اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ وہاں سے آنکھیں بند کر کے گزر جائیں، ان میں ملوث اور ان کے ساتھ شریک نہ ہوں، ان کے ساتھ تعاون اور ان کی کثرت کا ذریعہ نہ بنیں، ان کے ساتھ شریک ہونا گویا کہ ان کے ساتھ تعاون کرنے اور اللہ کے خلاف محاذ آرائی کرنے والی بات ہے، تو یہاں بھی اللہ نے ایسی باتوں کیلئے لغو کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

یہ تو اللہ کے کامیاب اور فلاح پانے والے بندوں کی بات تھی کہ وہ لغو میں داخل نہیں ہوتے اور اس سے اعراض کرتے ہیں، اس کے مقابلہ میں ناکام ہونے والے لوگ ہیں، جو کافر ہیں اور جہنم میں جائیں گے، ان کے بارہ میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک وجہ بیان کی ہے جو میرے موضوع سے متعلق ہے، جبکہ وہاں اور بھی بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں، اللہ نے اہل جنت اور اہل جہنم کا آپس میں مکالمہ کرایا ہے، ہمیں سمجھانے کیلئے ان کی باہم گفتگو کرائی ہے، انتیسویں پارہ میں یہ سارا مکالمہ موجود ہے، كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ٥ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ٥ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ٥ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ٥ مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ٥ (المدثر۔۳۸ تا ۴۲) اہل جنت اہل جہنم سے جب سوال کریں گے کہ تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا ہے؟ تو وہ بہت ساری وجوہات بیان کریں گے، وہ کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ٥ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ٥ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، میرے موضوع سے متعلق اگلا جملہ ہے کہ وہ یہ بھی کہیں گے وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ٥ اور ہم ہر باطل بات میں گھسنے والوں کے ساتھ گھس جاتے تھے۔

یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ لغو کا لفظ استعمال فرمایا ہے نہ کچھ اور بلکہ یہاں گھسنے کا لفظ استعمال فرمایا ہے، یہ بھی بڑا وسیع المعنٰی ہے، گھسنا جو ہوتا ہے، یہ زور کے ساتھ ہوتا ہے، ایک تو یہ ہوتا ہے کہ کوئی کسی جگہ میں

آسانی سے داخل ہوتا ہے مثلاً کوئی آدمی مسجد میں داخل ہوا، ایک یہ ہے کہ دھکے سے داخل ہوا، نَخُوْض کا معنیٰ دھکے اور زور کے ساتھ داخل ہونا ہے، الغرض! ہم جوان رسومات میں داخل ہو رہے ہیں، یہ دھکے کے ساتھ ہو رہے ہیں، اللہ منع کر رہا ہے، سب کو پتہ ہے، رسول منع کر رہا ہے، سب کو پتہ ہے، شریعت اسلامیہ منع کر رہی ہے، سب کو پتہ ہے، جمعہ کو خطبات میں لوگ سنتے ہیں، سب کو پتہ ہے، لیکن پھر بھی ہم جا کر اپنی ہی جیب سے پتنگیں اور ڈوریں خریدیں گے اور ایسی رسومات باطلہ میں شامل ہوں گے، تو اہل جہنم اہل جنت کو بتائیں گے کہ ہم اس وجہ سے جہنم میں پہنچے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کامیاب اور ناکام ہونے والوں کی صفات قرآن کریم میں واضح کر دی ہیں، ایک جامع لفظ بول کر کہ لغویات میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔

قدیم کتبِ تاریخ میں بسنت کا ذکر

لغو چونکہ ایک بہت کھلا اور وسیع المعنیٰ لفظ ہے، میں اس میں سے صرف ایک لغو یعنی بسنت کے بارہ میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہوں گا، بسنت اسی مہینہ میں جنوری کے آخر میں یا فروری کے شروع میں منائی جاتی ہے، پہلے ایسے ہوتا تھا کہ فروری کے پہلے ہفتہ میں منائی جاتی تھی، اب لوگوں نے اس کو وسعت دے دی ہے کہ مختلف شہروں میں اس کی مختلف تاریخیں رکھ لی جاتی ہیں، مثلاً ایک جمعہ یہاں رکھ لیا، دوسرا لاہور، تیسرا راولپنڈی اور چوتھا جمعہ کسی اور جگہ رکھ لیا، یہ دو تین مہینے چلتی رہتی ہے، یہ مسلمانوں نے اس میں ترقی کی ہے، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اصل میں ہندوؤں کا تہوار ہے، پھر دوسرے نمبر پر سکھوں کا تہوار ہے، لیکن ان سے زیادہ ہم مسلمان اس میں شریک ہیں، میں اس کی تاریخ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں، یہ ذہن میں رکھیں کہ جو حضور نبی اکرمؐ کی سنت ہوتی ہے وہ ہر جگہ ایک ہی ہوتی ہے، آپ یہاں دیکھ لیں، افریقہ میں جا کر دیکھ لیں، امریکہ یا عرب میں دیکھ لیں، سنت ایک ہی طرح ہوتی ہے لیکن جو بدعت اور خرابی ہوتی ہے وہ ہر جگہ علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے، یہاں گوجرانوالہ میں اس کا طریقۂ کار اور ہے، سیالکوٹ میں اور ہے، کراچی میں اور ہے، دہلی میں اور ہے، عرب امارات اور دیگر مقامات میں اور ہے، غرضیکہ ہر جگہ علیحدہ علیحدہ ہے، کیونکہ اس کی کوئی بنیاد اور اصل نہیں ہوتی، میں نے بسنت کے حوالہ سے بہت تاریخی مطالعہ کیا ہے، میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں سر دست اس کا خلاصہ آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

علامہ ابو ریحان محمد بن احمد المعروف البیرونیؒ بڑا سیاح گزرا ہے، خوارزم یعنی موجودہ ازبکستان یا ترکمانستان

کی ایک بستی بیرون میں ۹۴۸ء میں پیدا ہوا تھا، جو لوگ اسکول وغیرہ پڑھے ہیں ان کو اس کا پتہ ہے، بڑا عالم، فاضل، اجل، سیاح اور سائنسدان بھی تھا، ریاضی، جغرافیہ، ہیئت اور تاریخ وغیرہ پر اس نے تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد کتب، رسائل اور مقالہ جات لکھے ہیں، کئی چیزوں کی ایجاد کا سہرہ بھی اس کے سر ہے، یہ پوری زمین کی صحیح پیمائش کا کارنامہ بھی سب سے پہلے اسی نے انجام دیا تھا، اسلام کے ابتدائی دور یعنی آج سے تقریباً ایک ہزار سال قبل وہ برصغیر میں پنجاب اور لاہور کے علاقوں میں آیا تھا، اسلام کی ابتدائی صدیاں تھیں، وہ یہاں رہا اور یہاں کے حالات وغیرہ دیکھے کہ یہاں کے لوگوں کے کیا کیا تہوار ہیں، آدمی سال دو سال کہیں رہے تو اس کو ان باتوں کا پتہ چل جاتا ہے کہ اس جگہ کیا ہو رہا ہے، لوگ کس موقع پر کیا کرتے ہیں، اس نے جو اپنا سفر نامہ لکھا ہے اس میں ایک ''کتاب الہند'' ہے، ہند سے مراد ہندوستان ہے، وہ ایک ہزار سال پہلے یہاں آیا اور اس نے یہاں کا کلچر دیکھا، ''کتاب الہند'' کا چھہتر واں باب اس نے ''عیدین اور خوشی کے دن'' کے موضوع پر لکھا ہے، وہ ہندوستان میں لاہور کے علاقہ میں بھی آیا اور وہاں سے گزرا، ہندوستان میں چونکہ سارے مذاہب کے لوگ رہتے ہیں، چنانچہ اس نے مسلمانوں کی عیدین، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا بھی اس میں ذکر کیا ہے اور اسی ''کتاب الہند'' کے چھہترویں باب میں اس نے ''عید بسنت'' کا ایک عنوان قائم کیا ہے، یہ میں ایک ہزار سال پہلے کی بات کر رہا ہوں، اس نے یہاں رہ کر جو دیکھا اور اس کے مطابق جو لکھا اس کا ایک جملہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں، ''عید بسنت'' کے تحت اس نے لکھا ہے ''اس مہینے (بیساکھ) میں استواء ربیعی ہوتا ہے، جس کا نام بسنت ہے، حساب سے اس وقت کا پتہ لگا کر اس دن عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھلاتے ہیں'' برہمن ہندو تھے، وہ لوگ اس موقع پر دعوتیں وغیرہ بنا کر دیگیں وغیرہ پکا کر یا جو بھی ان کا طریقہ تھا اس کے مطابق کھانا بنا کر تقسیم کرتے تھے، بس یہی عید بسنت تھی، اس میں کوئی پتنگ بازی، ڈوروں اور ایسی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے، جیسا کہ میں نے کہا کہ خرافات اور بدعات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی چلی جاتی ہیں اور چونکہ یہ پہلے ہی من گھڑت ہوتی ہیں تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے اپنے حساب سے اس میں اپنی اپنی باتیں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔

یہ تو مسلمان سیاح اور بڑے عالم و فاضل کا حوالہ میں نے دیا ہے، اس سلسلہ میں، میں نے انگریزوں کے حوالہ جات بھی پڑھے ہیں، سکھوں اور ہندوؤں کے حوالے بھی میرے مطالعہ سے گزرے ہیں، ڈاکٹر سر گوکل چند نارنگ نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''ٹرانسفرمیشن آف سکھازم'' ہے، اس میں اس نے بڑی تفصیل کے ساتھ

بسنت کے حوالہ سے بات کی ہے، جبکہ ہمارے اورینٹل کالج لاہور کے ایک لیکچرار گیانی خزان سنگھ، جو سکھ مذہب کا بڑا پڑھا لکھا آدمی تھا، اس نے ''تاریخ گوردوارہ شہید گنج'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس میں بھی اس نے بسنت کے حوالہ سے بڑی تفصیلات رقم کی ہیں، ہمارے ہاں جو سکھوں کا راجہ رہا ہے رنجیت سنگھ، جو ہمارے گوجرانوالہ کا ہی تھا، اس کی مڑھی وغیرہ بھی یہیں ہے، وہ یہیں پرانی سبزی منڈی میں پیدا ہوا اور ۱۸۳۹ء میں اس کی وفات ہوئی، اس کے دور حکومت سے پہلے بھی تاریخ میں بسنت کا ذکر موجود ہے، ایک انگریز مؤرخ اور محقق ڈاکٹر الیگزانڈر بریز رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں یہاں لاہور آیا ہوا تھا، جب وہ یہاں موجود تھا تو اس وقت بھی بسنت کا موقع آیا، اس وقت جیسے بسنت منائی گی اس نے اس کا سارا منظر لکھا ہے، اس میں رنجیت سنگھ کے شریک ہونے کا ذکر بھی ہے، اس وقت یہ تہوار چھ فروری کو ہوا تھا، فوج کے کھڑے ہونے، اس کے درمیان سے گزرنے، سلامی لینے اور گرنتھ کو پڑھنے کا بھی ذکر کیا ہے، سکھوں کی جو گرنتھ ہوتی ہے وہ بھی پڑھی گئی، پھر بند کی گئی، اس کو غلافوں میں ڈالا گیا، اس کے بعد ناچ گانا بھی ہوا وغیرہ وغیرہ، یہ ساری باتیں اس نے لکھی ہیں، تاہم اس سارے تذکرے میں کوئی پتنگ بازی اور ڈور کا ذکر نہیں ہے۔

البیرونی کا جو میں نے ذکر کیا ہے، وہ ایک ہزار سال پہلے کا مسلمان ہے، اس نے بسنت کا ذکر کیا ہے، لیکن اس میں صرف کھانا کھلانا تھا، رنجیت سنگھ کے زمانہ سے پہلے بھی بسنت کا ذکر موجود ہے اور خود رنجیت سنگھ کے زمانہ میں بسنت کے موقع پر جو ڈاکٹر الیگزانڈر بریز خود اس تہوار میں شریک ہوا، وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے اور میں نے سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، یعنی اس میں بھی کوئی پتنگ، ڈور اور ایسی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے، وہاں تو بس یہ دوسری چیزیں ہی ملتی ہیں کہ فوج کو سلامی دی گئی، کتاب پڑھی گئی، پیسے بانٹے گئے اور ناچ گانا ہوا وغیرہ۔

موجودہ بسنت کی تاریخ اور پس منظر

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پتنگ بازی اور ڈوروں والی یہ بسنت کب اور کہاں سے شروع ہوئی، ہمارا پاکستان ۱۹۴۷ء میں بنا، پاکستان بننے سے ٹھیک دو سو سال پہلے ۱۷۴۷ء میں ایک حادثہ ہوا، یہ عیسوی لحاظ سے ۱۷۴۷ء تھا اور ہندوستان میں جو بکرمی تاریخ چل رہی تھی، یعنی راجہ بکرم سے ہندوستان کی جو پرانی تاریخ چلتی ہے اس کے مطابق پنچمی کے دن وہ ۱۸۰۳ بکرمی تھی جب یہ حادثہ پیش آیا، ایک ہندو نوجوان جس کا اصل نام حقیقت سنگھ تھا لیکن وہ حقیقت رائے دھرمی کے نام سے مشہور تھا، سیالکوٹ کا رہنے والا تھا، اس کے ننھیال والے سکھ قوم سے تھے اور

وہ وزیرآباد میں سوھدرا کے مقام کے باشندے تھے، سیالکوٹ یعنی اس وقت کے برصغیر میں مسلمان، سکھ، ہندو وغیرہ اسکولوں کالجوں میں اکٹھے ہی پڑھا کرتے تھے، آج بھی ہندوستان میں ایسا ہی ہے، حقیقت رائے دھرمی شادی شدہ نوجوان تھا، وہ جس کالج یا اسکول میں پڑھ رہا تھا، وہاں اس کا ایک مسلمان طالبعلم کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہوا، ان کی آپس میں تُو تُو میں میں ہوئی، مسلمان لڑکے نے حقیقت رائے دھرمی ہندو سے جھگڑتے ہوئے ہندوؤں کی کسی دیوی کو گالی دی اور برا بھلا کہا، بہت غلط کیا، دونوں نوجوان تھے اور کلاس فیلو تھے، غرضیکہ ان کا آپس میں تنازعہ ہوا اور بات یہاں تک پہنچی کہ مسلمان نے کسی ہندو دیوی کو برا بھلا کہا اور گالی دے دی، ظاہر بات ہے کہ ہر مذہب کے اپنے مسلّمات ہوتے ہیں، اسی وجہ سے اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ کسی کو برا بھلا نہ کہو، ان کا مذہب ہے وہ جانیں، چنانچہ ہندو نوجوان حقیقت رائے دھرمی نے طیش میں آ کر جواب میں حضرت فاطمہؓ کو گالی دے دی، جو حضور نبی اکرمؐ کی بیٹی ہیں، سیدۃ نساء اہل الجنۃ ہیں، ظاہر بات ہے کہ اس قسم کی باتیں جو مذہب سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ بھی ایسے مقام میں جہاں مسلمان، ہندو، سکھ وغیرہ سب مذاہب کے لوگ اکٹھے رہ رہے ہوں بڑا اشتعال پیدا کرتی ہیں، جیسا کہ آپ ہندوستان میں آج بھی دیکھتے رہتے ہیں، وہاں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں تو کبھی مسلمان مارے جاتے ہیں کبھی دوسرے، تاہم زیادہ تر مسلمان ہی مارے جاتے ہیں، ایسی باتوں پر لوگ طیش میں آتے ہیں اور دنگا فساد ہوتا ہے، چنانچہ وہاں بھی ایسا ہی ہوا، تنازعہ بڑھتا بڑھتا عدالت میں پہنچ گیا، حاکم کے پاس لاہور میں چلا گیا، ظاہر بات ہے کہ عدالت میں پوچھ گچھ ہوتی ہے، وہاں اس حقیقت رائے دھرمی نے جو خود نسب میں باپ کی طرف سے ہندو تھا اور ننھیال کی طرف سے سکھ تھا، عدالت میں حاکم اور قاضی کے سامنے اس وقت کے طریقۂ کار کے مطابق اقبال جرم کیا کہ ہاں میں نے حضرت فاطمہؓ کو گالی دی ہے، جب اس نے یہ اقبال جرم کر لیا تو اس وقت تعزیراتِ ہند چل رہی تھیں، جبکہ وہاں حکومت بھی انہی لوگوں کی تھی، حاکم نے اپنے ملکی اصول کے مطابق اس نوجوان کو سزائے موت کا حکم دے دیا، اس نوجوان کے ساتھ اس کا ایک ماموں بھی شریک تھا جس کا نام ارجن سنگھ تیار بر تیار سنگھ تھا، اس کو بھی سزائے موت کا حکم ہوا اور لاہور میں قدیم جغرافیہ کے حساب سے جس کو نخاس چوک کہتے ہیں، بعد کی تاریخ والوں نے اس کو ''شہید گنج'' لکھا ہے، اس وقت کے دستور کے مطابق ان کو وہاں پھانسی دے کر سزائے موت دے دی گئی۔

پاکستان بننے سے ٹھیک دوسو سال پہلے ۱۷۴۷ء میں جب ہندوستان کی تاریخ کے حساب سے ۱۸۰۳ بکرمی

تھی، اس کو پھانسی ہوگئی، ظاہر بات ہے کہ ہندوؤں کا بندہ مارا گیا تھا، سکھ بھی ان کے ساتھ شریک تھے کیونکہ ان کا خاندان بھی ساتھ تھا، انہوں نے لاہور میں اس کے نام سے بسنت کا دن منانا شروع کر دیا، چنانچہ یہ طریقۂ کار یہاں سے شروع ہوا، بسنت پہلے صرف لاہور میں منائی جاتی تھی، حقیقت رائے دھرمی کی مڑھی باغبان پورہ لاہور میں ہے، جس دن اس کو پھانسی ہوئی، ہر سال اس دن وہاں سارے ہندو مرد زرد رنگ کے لباس اور زرد رنگ کی پگڑیاں پہن کر اور خواتین زرد رنگ کے لباس اور زرد رنگ کی ساڑھیاں پہن کر جمع ہوتے، اس وقت موسم ایسا ہوتا ہے جیسے بیساکھ کا، سبز رنگ کے پھول وغیرہ بھی کھلے ہوتے ہیں، تو اس طرح انہوں نے اس دن کو منانا شروع کیا، یہ زرد رنگ کی پتنگیں وغیرہ بھی یہیں سے شروع ہوئی ہیں۔

میں نے بتایا کہ جس ہندو نے حضرت فاطمہؓ کی توہین کی اور اقبال جرم کیا اور اس کو پھانسی دی گئی، ہندو اسی کے نام سے یہ دن مناتے ہیں اور میں نے یہ بھی بتایا کہ اس کا ننھیال سکھ تھا تو سکھوں نے بھی اپنی رشتہ داری نبھانے کیلئے یہی دن اختیار کیا اور اسی طریقہ کے مطابق ان کا جو گوردوارہ گورومانگٹ لاہور میں تھا، وہاں بسنت منانا شروع کر دی، الغرض! یہ رسم ہمارے ہاں برصغیر میں پہلے لاہور سے شروع ہوئی، پتنگ بازی پہلے ہندوؤں نے شروع کی پھر ان کی دیکھا دیکھی سکھوں نے شروع کر دی، اب مسلمان قوم کہاں پیچھے رہتی ہے؟ چونکہ ہندو اور سکھ ایسا کر رہے تھے تو انہوں نے بھی ایک حیلہ نکالا، منچلے لبرلز اور دین بیزار لوگوں نے اس کے اصل نام بسنت کو پیچھے ہٹا کر کہا کہ یہ موسمی تہوار ہے، یعنی انہوں نے اس دن کو ایک موسمی تہوار کا نام دے دیا اور کہتے ہیں کہ یہ کوئی ہندوؤں کا تہوار نہیں ہے، مولوی ایسے ہی کہتے رہتے ہیں، میں نے بتا دیا کہ یہ مولوی نہیں ہیں، جو میں نے حوالے دیے بلکہ وہ تمہارے ہی ہیں، ایک ہزار سال پہلے کا حوالہ بھی میں نے بتایا ہے اور تمہارے انگریز نے خود آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے اور ہندوؤں اور سکھوں کی ساری تاریخ میں بھی یہ موجود ہے، پھر مسلمانوں نے بھی اپنے لئے ایک جگہ منتخب کی، ہندو حقیقت سنگھ المعروف حقیقت رائے دھرمی کا دن چونکہ باغبان پورہ میں منایا جاتا تھا تو انہوں نے بھی وہیں ایک بزرگ حضرت مادھولعل حسینؒ کا مقبرہ چن لیا، حضرت مادھولعل حسینؒ کی زندگی میں بھی یہ سب ہو رہا تھا، جو لوگ بسنت مناتے ہیں اس بارہ میں انہوں نے ایک شعر بھی کہا، یہ انہی بزرگوں کا شعر ہے۔

؎ رُت آئی بسنت بہار دی

سانوں سِک ہے مادھو یار دی

یعنی یہ لوگ بسنت بہار مناتے ہیں ہمیں اس سے کیا سروکار، ہماری تو خدا کے ساتھ لگی ہوئی ہے، لوگ ان کے مقبرہ پر نذر و نیاز بھی چڑھاتے تھے، حضرت مادھولعل حسینؒ کا مقبرہ باغبانپورہ میں ہے، مسلمانوں نے اپنے لئے اس کا انتخاب کیا کہ ہم یہاں موسم بہار کا تہوار منائیں گے، چنانچہ ہندوؤں اور سکھوں کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی زرد رنگ کے کپڑے پہنے اور ڈوریں وغیرہ لے کر یہ وہاں جا کر اس دن کو منانے لگے، بسنت کا آغاز سب سے پہلے لاہور سے اس طریقہ سے ہوا اور آہستہ آہستہ یہ پورے ملک میں پھیل گیا، ظاہر بات ہے کہ اس قسم کی باتیں لوگ بڑھ چڑھ کر پھیلاتے ہیں اور شیطان ان چیزوں کو پھیلانے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے، وہ نیکی کے راستہ سے روکتا اور برائی کے راستہ کی ترغیب دیتا ہے، تو اس طرح یہ فتنہ ملک بھر میں پھیلا ہے، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، کراچی غرضیکہ پورے ملک میں پھیل گیا ہے۔

بسنت اور موجودہ حکومت کا طرزِ عمل

نواز شریف کے دورِ حکومت میں اس پر پابندی لگائی گئی تھی، یہ بہت اچھا کام ہوا تھا، اگرچہ لوگ پھر بھی چھپ چھپا کر مناتے تھے، تاہم کافی حد تک اس پر کنٹرول ہو گیا تھا، لیکن اس سال ہماری ریاست مدینہ والی جو حکومت ہے، جس کا حاکم ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھ کر اپنی ہر تقریر شروع کرتا ہے، اس نے اعلان کیا ہے کہ بسنت کو باقاعدہ دھوم دھام سے منایا جائے گا، اب آپ ہی بتائیں کہ ہم کس سے کہیں، عربی کا مقولہ ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ، لوگ اپنے بادشاہوں کے ماتحت ہوتے ہیں، بادشاہ اگر کہے کہ بسنت دھوم دھام سے منائی جائے گی تو لوگ منائیں گے، وہاں کون کسی ناصح کی بات سنے گا؟ اب یہاں خدا، رسول اور شریعت اسلامیہ کی مخالفت بھی ہے، فرائض سے غفلت، مال اور جانوں کا ضیاع بھی ہے، میں نے کچھ دن پہلے اخبارات میں یہ خبر پڑھی ہے کہ ایک بچہ ڈور لگنے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا ہے، یہ خون کس کے ذمہ جائیں گے؟ جو لوگ اس کا جواز فراہم کر رہے ہیں کیا وہ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں؟ وہ یہاں سے تو بچ جائیں گے، لیکن خدا کی بارگاہ میں کیسے بچ سکیں گے؟ ملک کے مالی حالات کیسے ہیں اور لوگوں کو جو مال کے ضیاع کی طرف لگایا جا رہا ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس کی ساری رپورٹ آ جاتی ہے کہ اس سال کتنے ارب روپے کی پتنگیں فروخت ہوئی ہیں اور کتنے کروڑ روپے کی ڈوریں بنی ہیں، یہ ساری خبریں بعد میں آ جاتی ہیں، لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں اور اربوں میں یہ سارا تخمینہ پہنچتا ہے اور یہ مسلمانوں کے جیب سے جا رہا ہے، یہ مالی ضیاع ہے، جبکہ جانی ضیاع کا حال یہ ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر سال

پانچ سات جگہ بچے چھتوں سے گر کر مر جاتے ہیں، کچھ کے گلے کٹ جاتے ہیں، کوئی اپاہج ہو جاتے ہیں، کسی کی ہمیشہ کیلئے ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے، کوئی لنگڑا ہو جاتا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک موسمی تہوار ہے، بھئی! اگر خنزیر پر بکری کی کھال چڑھا دی جائے تو وہ بکری نہیں بن جاتا، اس سے ہٹ کر بسنت کا ایک اخلاقی پہلو بھی نہایت ضرر رساں ہے، لوگ اپنے گھروں کی چھتوں پر پتنگ بازی کیلئے چڑھ جاتے ہیں، جس سے آس پاس کے دوسرے گھرانوں کی باپردہ خواتین نہایت دشواری میں مبتلاء ہو جاتی ہیں، ''وہ کاٹا'' کے فلک شگاف نعروں سے پورا علاقہ متاثر ہو جاتا ہے، ڈیک پر گانے، آتش بازی، فائرنگ، لائٹنگ اور کھانے پینے میں اسراف وتبذیر اس پر مستزاد ہے، جس سے عبادت گزار، پڑھنے پڑھانے والے اور بیمار لوگ بھی نہایت اذیت کا شکار رہتے ہیں، لہٰذا آپ جتنے مرضی بہانے کریں، یہ ہندوؤں کا تہوار ہے، اسلام ایسے تہواروں کی قطعاً اجازت نہیں دیتا جس میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا، نہ انسان کے جسم کا فائدہ ہو اور نہ شریعت کا۔

بعض مباح کھیل

اسلام بعض کھیلوں کی اجازت دیتا ہے، احادیث میں موجود ہے، وہ کھیلیں آپ سیکھ سکتے ہیں جن کا آپ کی ذات کو بھی فائدہ ہو اور دین کو بھی، حدیث میں آیا ہے کہ گھوڑ سواری کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، بغیر شرط کے گھوڑے کی دوڑ لگانا چاہے تو لگا سکتا ہے، اس میں اس کا اپنا جسمانی فائدہ بھی ہوگا کہ ورزش ہوگی اور دین کا فائدہ بھی ہوگا کہ جہاد کی تیاری ہوگی، اس کو پتہ چلے گا کہ گھوڑے کو کیسے قابو کیا جاتا ہے اور کیسے دوڑایا جاتا ہے، تیراندازی بھی کر سکتا ہے، اور انسان خود بھی دوڑ سکتا ہے، حدیث میں موجود ہے، خود حضور نبی اکرمؐ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دوڑ لگائی، ایک دفعہ آپؐ نے دوڑ لگائی تو ام المؤمنینؓ آگے نکل گئیں اور جیت گئیں، کچھ عرصہ کے بعد ان کا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو حضور نبی اکرمؐ نے پھر ان کے ساتھ دوڑ لگائی تو وہ پیچھے رہ گئیں اور آپؐ آگے نکل گئے، حدیث میں آیا ہے کہ تیراکی سیکھ سکتے ہو، جس کا تمہارے جسم کو بھی فائدہ ہے کہ تیراکی کے ساتھ جتنی ورزش ہوتی ہے شاید ہی کسی اور چیز کے ساتھ ہو، آج کل انگریز بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ اس سے آپ کا جسم بھی تیار ہوگا اور اگر نیت ٹھیک ہو تو خدا کی رضا کیلئے جہاد کی بھی تیاری ہوگی، سمندروں میں غوطہ زنی کرنا اور سیلاب وغیرہ آجائے تو لوگوں کو بچانا وغیرہ بہت سے فوائد اس سے حاصل ہو سکتے ہیں، حدیث میں اور بہت سی چیزیں آئی ہیں، یہ میں نے نمونے کیلئے دو تین بتائی ہیں، اسلام سارے کھیلوں کی ممانعت نہیں کرتا بلکہ ان کھیلوں کی ممانعت کرتا ہے جن کی وجہ سے خدا اور

نبی کی ناراضگی ہوتی ہے اور جس کے بارہ میں شریعت اسلامیہ نے ممانعت کی ہے کہ اس سے انسان کا جسمانی اور مالی نقصان ہوتا ہے اور قوم کا نقصان بھی ہوتا ہے۔

الغرض! بسنت ایک ایسی رسم ہے کہ ایک تو اس کے پیچھے ہندوؤں کا نظریہ ہے، وہ اپنے ایک ہندو جس نے حضرت فاطمہؓ کی توہین کی اور پھر پھانسی کے پھندے پر چڑھا، اس کے دن کو یاد کے طور پر مناتے ہیں، اس کیلئے انہوں نے پہلے سے جو رسم چلی آرہی تھی اس میں ترمیم کر کے اس کو یہ نام دیا اور مسلمانوں نے اپنے لئے یہ وجۂ جواز ڈھونڈلی کہ یہ ایک موسمی تہوار ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے، صحیح بات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایسی بدعات ورسومات سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے جس میں خدا، نبی اور شریعت اسلامیہ کی ناراضگی آتی ہے۔

ایک اہم دینی مسئلہ

[س] حاجی طارق محمود صاحب مسئلہ پوچھتے ہیں، اللہ پاک آپ کو تندرست اور سلامت رکھے، کیا کسی عالم دین بزرگ کے ہاتھ چوم سکتے ہیں؟

[ج] آمین جناب شکریہ، بھئی! اگر ہاتھ کو چومنے سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو تو چوم سکتے ہیں خود حضور نبی اکرمؐ کے ہاتھ اور پاؤں یہودیوں نے بھی چومے تھے، ترمذی شریف کی حدیث میں موجود ہے، لہٰذا فی نفسہٖ کسی بزرگ، والدین، استاذ یا کسی بڑے کے ہاتھ کو چوما جائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے البتہ بعض لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ حرج والی بات ہے یا چومنے کے ساتھ جھکتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ کی کیفیت بناتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، اس سے خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، چومنے والے یا چموانے والے کے عقیدہ میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے یا اس کی وجہ سے دوسروں کے عقیدے خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس وجہ سے کہتے ہیں کہ درست نہیں ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

دعائیہ کلمات

قیصر محمود صاحب کہہ رہے ہیں کہ صحت وتندرستی کی دعا فرمائیں، ہسپتال میں داخل ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔ ہمارے یہاں کے ایک بزرگ نمازی ماسٹر محمد حسین صاحب بیمار ہیں، وہ شروع سے لوہیاں والا سے ہر جمعہ یہیں پڑھنے آتے ہیں جب سے یہ مسجد بنی ہے، آج کل وہ ہسپتال میں داخل ہیں دعا

فرمائیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ ان کو صحت کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے۔حافظ اشتیاق خان دہلے والے کہہ رہے ہیں کہ ان کے والدین کی صحت وتندرستی، خیر و عافیت اور کاروبار میں برکت کیلئے دعا فرمائیں، اللہ تبارک تعالیٰ ان کی مراد پوری فرمائے۔عبدالکریم صاحب کہہ رہے ہیں کہ میری بھابھی کی ٹانگ کا آپریشن ہوا ہے اور آدھی ٹانگ کاٹ دی گئی ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بھی صحت وتندرستی نصیب فرمائے اور مشکلات سے نکالے۔حمزہ انصاری صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرے نانا ابو کے پتہ کا آپریشن ہوا ہے اور خالہ کے بیٹے کا بھی آپریشن ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے بیماروں کو بھی شفائے کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے اور جو وفات پا چکے ہیں ان کی بخشش و مغفرت فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین حق کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۱۱ جنوری ۲۰۱۹ء)

جامعہ نصرۃ العلوم کا اعزاز

[رپورٹ! مولانا قاری سعید احمد]

مورخہ ۱۰ جنوری ۲۰۱۹ء بروز جمعرات بمقام ۶ روڈ الصدیق اسکول راولپنڈی تنظیم القراء (العالمی) کے زیر انتظام آل پنجاب مقابلہ حفظ القرآن منعقد ہوا، جس میں پنجاب بھر کے دینی مدارس، اسکولز و کالجز کے طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی، اس مقابلہ میں اول پوزیشن جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل القراءت العشر قاری عمر خالد نے حاصل کی اور اب آل پاکستان مقابلہ حفظ القرآن جو ۲،۳ فروری کو اسلام آباد میں منعقد ہو گا، اس میں جامعہ نصرۃ العلوم کی طرف سے صوبہ پنجاب کی نمائندگی کریں گے، ان شاء اللہ۔

......☆......☆......☆......☆......

[مراسلات] مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

[مرتب] مولانا محمد فیاض خان سواتی

مراسلاتِ مفسرِ قرآنؒ

(باب اول)

اساتذہ کرام سے مراسلت

[قسط۔۲]

(۲) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندیؒ سے مراسلت

''والد ماجد حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیو بندیؒ المتوفی ۱۳۹۶ھ سے دارالعلوم دیو بند میں دورۂ حدیث کے سال ''طحاوی شریف'' پڑھی تھی، آپؒ دارالعلوم دیو بند کے معتمد وصدر مفتی اور کہنہ مشق مدرس تھے، قیامِ پاکستان کی تحریک میں بھی آپؒ کا نمایاں حصہ ہے، تقسیم ملک کے بعد آپؒ کراچی تشریف لے آئے تھے، اور پھر مفتی اعظم پاکستان کے لقب سے معروف ہوئے، متعدد کتب مفیدہ کے علاوہ ''معارف القرآن'' کے نام سے آٹھ جلدوں میں ایک ضخیم اور مایہ ناز تفسیرِ قرآن لکھی اور کراچی میں ایک بہت بڑے دینی ادارہ کی بنیاد رکھی، دارالعلوم کراچی کے نام سے غالبًا یہ پاکستان کا رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا دینی مدرسہ ہے، آپؒ اس کے بانی، مفتی، مدرس، صدر اور مہتمم رہے، حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا مفتی محمد اعزاز علی دیو بندیؒ اور حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اجل تلامذہ میں آپ کا شمار ہے اور تصوف میں آپ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ کے متوسلین اور خلفاء میں سے تھے، بالآخر آپؒ نے کراچی میں ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۹۷۶ء میں انتقال فرمایا، حضرت مفتی صاحبؒ کے ہمہ جہت تفصیلی تعارف میں ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی نے ایک ضخیم نمبر شائع کیا ہے۔'' (فیاض)

مکتوب مفسر قرآنؒ بنام مفتی اعظم پاکستانؒ

۹/۱۳''

بخدمت گرامی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

سلام مسنون اسلام کے بعد امید ہے کہ مزاج مبارک بخیر ہوں گے، جناب والا کا مکتوب مل گیا تھا، جوابدہی کی تکلیف فرمائی کا بہت بہت شکریہ، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت سے رکھے اور آپ کا سایہ تادیر سلامت رکھے، تفسیر کے بارہ میں جناب والا کا ارشاد مبارک سرآنکھوں پر، بندہ حقیر اپنے آپ کو رائے دینے کا اہل نہیں خیال کرتا، صرف عرض کرسکتا ہے، اگر کوئی چیز معارف القرآن میں ایسی سمجھ میں آ گئی تو عرض خدمت اقدس کردی جائیگی۔

ایک درخواست ہے اگر اس پر توجہ فرمائیں تو مناسب ہوگا، معارف القرآن درحقیقت جناب والا کی زندگی مبارک کا بہت بڑا کارنامہ ہے، خدا تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، اگر جناب والا اس تفسیر کا اپنے اہتمام سے انگریزی زبان میں ترجمہ کرادیں تو خیال ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن سکے گی، آپ کو خدا تعالیٰ نے چونکہ وسائل سے بھی نوازا ہے اس لئے آپ یہ کام بخوبی کرا بھی سکتے ہیں، یہ خیال اس لئے پیدا ہوا کہ پچھلے دنوں اخبارات میں یہ خبر پڑھی تھی کہ مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن کا ترجمہ الطاف گوہر صاحب انگلش زبان میں کر رہے ہیں، میں نے خیال کیا کہ مودودی صاحب کی تفسیر زبان وادب کے اعتبار سے خواہ کتنی عمدہ اور فائق ہو لیکن جابجا تفسیری، فقہی، کلامی اغلاط سے پر ہے، عام فہم ضرور ہے، لیکن اہل حق کی صحیح ترجمانی نہیں کرتی اور مسائل کی صحت سے بہت سے مواضع میں خامی ہے، حقائق ومعارف، سلوک وتصوف اور سلف صالحین کا صحیح اور معتدل موقف تو اس میں مذکور ہی نہیں، اس لحاظ سے یہ بہت سطحی تفسیر ہے اور پھر دیوبندی ذوق ومشرب جو اہل حق کی علامت ہے اس سے بھی خالی ہے، اور خوبی بیان، اور تفہیم معانی اور عبارت کی سادگی اور زبان کی سلاست اس وقت تفہیم القرآن کو چھوڑ شاید کوئی تفسیر بھی جو اردو زبان میں اس وقت رائج ہیں، معارف القرآن کا مقابلہ نہ کرسکے، اس لئے ایسی عمدہ تفسیر کا اردو زبان کے علاوہ کم از کم انگلش زبان میں ضرور ترجمہ ہوجانا چاہیے، ورنہ حق تو یہ ہے کہ پہلے تو تمام مقامی زبانیں سندھی، پنجابی، پشتون، بلوچی اور پھر علمی زبانیں عربی، فارسی، انگریزی اور دوسری اکثر زبانوں میں اس کا ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔

کم ازکم انگلش زبان میں تو ضرور ہو جانا چاہیے کیونکہ موجودہ دور درحقیقت انگریزی تہذیب وتمدن کا دور ہے، اور اس زبان سے دنیا کا اکثر حصہ مرعوب ہے، کاروبار، اصطلاحات اور نیز جدید اکتشافات وانکشافات کے اسماء وغیرہ بھی زیادہ تر اسی زبان میں رائج ہیں اس لئے کم ازکم اس زبان میں تو یہ تفسیر آجانی چاہیے، یہ بندہ حقیر کا خیال ہے، آگے آپ بہتر جانتے ہیں۔

دیگر درخواست ہے کہ بندہ حقیر نے ایک کتاب ''دلیل المشرکین'' کا اردو ترجمہ کیا ہے یہ قلمی کتاب تھی، خیال ہوا کہ شاید اس کے شائع کرنے سے لوگوں کو فائدہ ہو، اس لئے بمع متن کے شائع کر دی ہے، جناب والا کی خدمت میں ایک نسخہ بھیجا گیا ہے، اگر جناب والا کی نظر مبارک سے گزرے تو اس میں جو باتیں قابل اصلاح ہوں ان کے بارہ میں آگاہ فرمائیں تاکہ ان کی درستگی کر لی جائے۔

والسلام

احقر عبدالحمید''

''اس خط کی پشت پر لکھا ہے: ''مفتی محمد شفیع دارالعلوم کراچی، ۱۴ ؍ ۱ ھ''۔'' (فیاض)

مکتوب مفتی اعظم پاکستانؒ بنام مفسر قرآنؒ

''مولانا المحترم دامت فضائلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، گرامی نامہ اور کتاب دلیل المشرکین وصول ہوئی، کتاب ماشاء اللہ بہت اہم ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے اس کا ترجمہ کر کے نافع عوام بنا دیا۔

تفسیر معارف القرآن کے انگریزی کرانے کے متعلق مختلف اطراف سے تقاضے تو آرہے ہیں، دعا کیجئے اللہ تعالیٰ اس کا سامان فرماویں، سب سے پہلی مشکل اچھی ادبی انگریزی زبان میں منتقل کرنے کی ہے جو انگریزی زبان اچھی جانتے ہیں وہ علوم قرآن سے واقف نہیں جو اس سے واقف ہیں وہ انگریزی زبان پر قادر نہیں، مصارف کا اندازہ بھی بہت زیادہ ہے، بہر حال دعا فرماویں کہ اگر یہ کام مفید ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرماویں۔

والسلام

بندہ محمد شفیع

۲۴۔۳۔۹۳ھ''

''لیٹر پیڈ پر یہ درج ہے: ''مفتی محمد شفیع خادم دارالعلوم کراچی نمبر۱۴　فون دفتر ۴۸۱۱۷　رہائش ۴۸۲۲۵''

اس خط کا اصل عکس ماہنامہ نصرۃ العلوم اپریل ۲۰۰۹ء صفحہ ۵۷ پر دیکھا جا سکتا ہے۔'' (فیاض)

مکتوب مفسر قرآنؒ بنام مفتی اعظم پاکستانؒ

''باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بخدمت گرامی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، جناب والا کا مرسلہ عطیہ کتب معارف القرآن اول تا ششم، فتاویٰ دارالعلوم اول تا ثانی، عیسائیت کیا ہے اور مقام صحابہؓ موصول ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، مدرسہ نصرۃ العلوم کے کتب خانہ میں کتب جمع کرادی ہیں، انشاء اللہ یہ صدقہ جاری رہے گا، رسید ارسال خدمت ہے، آپ کی اس عنایت کا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، معارف القرآن کی تکمیل کی خبر سن کر بہت خوشی ہوئی ہے، اس کے مکمل شائع ہو جانے سے جدت اور تجدد کا طلسم انشاء اللہ ٹوٹ جائے گا، پوری مارکیٹ میں اس کا مقابلہ کرنے والی کوئی تفسیر فی الحال موجود نہیں، جو سہل ہو اور صحیح ہو، اہل سنت والجماعۃ اور علماء دیوبند رحمہم اللہ کے مسلک کے مطابق ہو، یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے آپ کے حصہ میں لکھ دی ہے، جزاکم اللّٰہ تعالیٰ عنا وعن جمیع اہل الحق، خیر الجزاء واتمہ، آمین۔

چند باتیں دریافت طلب ہیں، اگر وقت ہو اور صحت بھی تو جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

[۱] معارف القرآن کی پہلی جلد میں آپ نے ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ کے پڑھنے کو مرجوح قرار دیا ہے، حالانکہ ہم لوگ حنفی مسلک کے مطابق استحبابی درجہ میں اس کو راجح ہی سمجھتے رہے ہیں اور اسی پر عمل کرتے رہے ہیں اور نیز فتاویٰ دارالعلوم جو حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے فتووں پر مشتمل ہے، اس میں بھی پڑھنے کو راجح قرار دیا گیا ہے۔

[۲] جلد رابع میں آپ نے شرکائے غزوۂ حنین کی تعداد بروایت امام زہریؒ چودہ ہزار قرار دی ہے جس میں انصار کی تعداد

بارہ ہزار ہے حالانکہ دس ہزار صحابہ جو حضورؐ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے اور دو ہزار فتح مکہ کے مسلمان تھے، دس ہزار کی روایت سابق آسمانی کتب کی پیشینگوئیوں کی بھی تصدیق کرتی ہے، بائبل کی وہ روایت جس میں دس ہزار قدسیوں کی جماعت میں جلوہ گر ہونے کا ذکر ہے، اس روایت پر نظر ثانی فرمائی جائے۔

[۳] جناب والا نے سورۃ یوسف کی تفسیر میں ص۴۲ پر ''فرعون کی چھوٹی بچی ماشطہ کو گویائی عطا ہوئی'' لکھا ہے جہاں تک تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵ پر بیہقی کی روایت امام ابن کثیر نے درج کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے، ماشطہ بنت فرعون کے لفظ سے اشتباہ ہوا ہے، وہاں ماشطہ سے مراد فرعون کی بیٹی نہیں بلکہ فرعون کی بیٹی جو کافرہ تھی اس کے سر پر کنگھی پھیرنے والی عورت مراد ہے جو مومنہ تھی اور اس کو فرعون نے پھر سزا دی تھی، اس کے بچے کو خدا تعالیٰ نے قوت گویائی دی تھی۔

[۴] تفسیر سورۃ یوسف میں ص ۵۹ پر جناب والا نے پانچویں مسئلہ کے تحت لکھا ہے'' کہ میں نے ملت کفر کو چھوڑ کر ملت اسلام کو اختیار کیا'' یہ الفاظ حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں نہایت (یہاں ایک لفظ کا رسم الخط پڑھا نہیں جا سکا، غالباً ''غیر مستحسن'' ہو۔ فیاض) معلوم ہوتے ہیں، نظر ثانی فرمائی جائے۔

[۵] ایک رسالہ اسماء البدریین کے نام سے حاجی حافظ فریدالدین احمد صاحب نے کراچی صدر سے شائع کیا ہے اس کا مقدمہ جناب والا کا تحریر کردہ ہے، دریافت طلب بات یہ ہے کہ مسلم کی روایت کے مطابق شرکاء بدر کی تعداد صرف تین سو انیس تک بیان ہوئی، اس رسالہ میں ۴۱۵ تک اسماء لکھے گئے، صحیح روایات کی موجودگی میں ان روایات کو کس طرح اختیار کیا گیا ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔

محض اپنی تسلی اور اطمینان قلب کیلئے یہ چند شبہات لکھے ہیں، تنقید یا اعتراض ہرگز مقصد نہیں، آپ کے حق میں بہت دعائیں کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت اور صحت سے رکھے۔

والسلام

احقر عبدالحمید سواتی

خادم مدرسہ نصرۃ العلوم

مکتوب مفتی اعظم پاکستانؒ بنام مفسر قرآنؒ

''۲۶ محرم ۹۳ھ جمعہ

مکرم ومحترم مولانا عبدالحمید صاحب دام فضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامی کافی روز پہلے وصول ہوا تھا مگر ابھی علالت کا سلسلہ بھی اور ضعف تو بہت ہی ہے، خصوصاً بینائی بہت کمزور ہوگئی، کسی کسی وقت دیکھنے، لکھنے کا کچھ کام بمشکل کر لیتا ہوں اس لئے اتنے عرصہ کے بعد آج ذرا طبیعت درست نظر آئی تو گرامی نامہ کا جواب عرض کر رہا ہوں۔

آپ نے معارف القرآن کے متعلق جو اہم اور مفید مشورے دیے انکی بڑی قدر دل میں ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرماویں، میری درخواست ہے کہ آگے بھی کتاب کے مطالعہ کے وقت کوئی چیز قابل اصلاح نظر آئے تو احقر کو ضرور مطلع فرماویں، (آگے ایک لفظ کا رسم الخط سمجھ نہیں آیا، غالباً ''بالدلائل'' یا ''بالتفصیل'' ہو۔ فیاض) جو امور آپ نے لکھے ہیں ان کا جواب نمبروار یہ ہے۔

[۱] معارف القرآن جلد اول ص ۲۰ بسم اللہ بین الفاتحہ والسورۃ کا مسئلہ آئمہ فقہاء اور مشائخ حنفیہ میں مختلف فیہا ہے، ترجیح بھی مختلف ہے اور بھی بعض حضرات نے اس پر توجہ دلائی تھی، طبع جدید کیلئے اس میں ایک عبارت کا اضافہ کر دیا گیا ہے جس کی نقل علیحدہ پرچہ پر ملفوف ہے۔

(علیحدہ ملفوف عبارت یہ ہے) ''معارف جلد اول ص ۲۰ کے آخر میں، مسئلہ بسم اللہ، شرح منیہ میں اسی کو امام اعظم اور ابو یوسفؒ کا قول لکھا ہے اور شرح منیہ، درمختار، برہان وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے، مگر امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ سرّی نمازوں میں پڑھنا بہتر ہے، بعض روایات میں یہ قول ابوحنیفہؒ کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے اور شامی نے بعض فقہاء سے اس کی ترجیح بھی نقل کی ہے، بہشتی زیور میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کوئی پڑھ لے تو مکروہ نہیں، شامی''

میرے نزدیک وہ کافی ہے، میرے دل کو زیادہ لگنے والی ترجیح شرح منیہ۔ درمختار اور برہان کی ہے اور میرا عمل بھی یہی ہے۔

[۲] اس میں مجھ سے صریح غلطی ہوگئی آپ کے متنبہ فرمانے پر اوسکی تصحیح لکھ لی گئی ہے، خود حدیث کے الفاظ ابن ماشطۃ ابنۃ فرعون کے الفاظ ہیں جس سے وہ مراد بالکل واضح ہے جو آپ نے لکھی ہے، معلوم نہیں لکھنے کے وقت کیسے یہ فروگزاشت ہوئی، اللہ تعالیٰ معاف فرماویں۔

[۳] جلد رابع میں شرکاء غزوہ حنین کی تعداد کے متعلق جو کچھ احقر نے لکھا ہے وہ تفسیر مظہری کے حوالہ سے ہے، اس

میں تو تصرف مناسب نہ معلوم ہوا، حاشیہ پر میں نے لکھ دیا ہے کہ مشہور روایت یہی ہے کہ مدینہ سے آنے والے کل صحابہ کی تعداد دس ہزار تھی۔

[۴] سورۃ یوسف معارف ص ۵۹ جلد ۵ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق الفاظ (میں نے ملت کفر کو چھوڑ ملت اسلام کو اختیار کیا) اگر چہ چھوڑنے کا مطلب یہاں یہ نہیں کہ پہلے اختیار کیا پھر چھوڑا مگر ابہام اس کا بھی ہوسکتا ہے اس لئے ان الفاظ کو بدل کر یوں کر دیا ہے کفر کے مقابلہ میں اسلام کو اختیار کیا۔

[۵] اسماء بدریین کا معاملہ یہ ہے کہ بلاشبہ صحیح کی روایت ہی اصل میں قابل اعتماد ہے، مگر بعض حضرات صحابہ ایسے بھی ہیں جو کنیت کے ساتھ بھی معروف ہیں اور نام کے ساتھ بھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ تکرار ہو گیا ہے کہ ایک صحابہ کا نام بھی آ گیا پھر کنیت میں بھی اوسکو ذکر کر دیا، یہ چار سو سے زائد نام ایک قدیم کتاب میں چھپے ہوئے تھے میں نے اونکو بدلنے کی ضرورت اس لئے محسوس نہیں کی کہ معاملہ احکام کا تو ہے نہیں محض اسماء سے تبرک حاصل کرنا ہے، اس میں اگر کسی غیر بدری صحابی کا نام بھی آ جائے تو مضر نہیں، کوئی بدری رہ جائے تو فی الجملہ ایک کمی ہو جاتی ہے۔

واللہ اعلم

بندہ محمد شفیع عفی عنہ

جمعہ ۲۶ محرم ۹۳ھ"

"اس خط کا اصل عکس "مفسر قرآن نمبر" ص ۸۴۷ تا ۸۴۹ پر ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔" (فیاض)

مکتوب مفسر قرآنؒ بنام مفتی اعظم پاکستانؒ

"۲۲ رجب

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بخدمت گرامی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سلام مسنون اسلام کے بعد امید ہے کہ مزاج مبارک بخیر ہوں گے، خدا کرے کہ آپ کی صحت اچھی ہو۔

عرض خدمت اقدس ہے کہ پہلے بندہ غریب نے ایک دفعہ جناب والا کی خدمت مبارک میں چند باتیں تفسیر معارف القرآن کے بارہ میں تحریر کی تھیں، جناب والا نے اپنے اخلاق کریمانہ سے ان میں سے بعض

باتوں کی تصویب فرمائی تھی ، بنابریں اسی سلسلہ میں چند ایک اور باتیں عرض خدمت ہیں اگر ناگوار خاطر مبارک نہ ہوں تو ان پر بھی غور فرمائیں ، چونکہ جناب والا کی بزرگی اور علم علماء دیو بند میں عظیم مقام کی وجہ سے ہم جیسے بہت سے حضرات جناب والا سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور آپ کے علوم سے مستفید ہوتے رہتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں ،اسی قلبی محبت کی وجہ سے یہ جرأت ہوئی ہے، ورنہ اپنی حیثیت اس سے بہت فروتر ہے کہ اکابر علماء سے اس قسم کی بات کی جائے۔

اور نیز یہ بھی ایک سبب ہے کہ دور حاضر میں تفاسیر کے سلسلہ میں معارف القرآن تمام اردو تفاسیر میں میرے خیال ناقص کے مطابق زیادہ مفید اور بہتر ہے،اس لئے گزارش ہے کہ اس قسم کی معمولی فروگزاشتیں بھی اس میں نہ ہوں تو بہتر ہے، ہم سے اگر کوئی تفسیر کے بارہ میں رائے طلب کرتا ہے تو بلاتردد معارف القرآن کے پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں

[۱] اولاً گزارش ہے کہ معارف القرآن ج ۵ ص ۵۹۳ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ جو صحیحین میں مذکور ہے، اس میں ایک نام کے بارے میں تردد ہے ،نوفل بکالی کا لفظ مذکور ہے ، غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے کہ اس نے نوف البکالی کو نوفل بنادیا ، یا پھر اس سلسلہ کا تلفظ کہیں صحیح روایت میں نوفل بکالی کے لفظ سے اگر مذکور ہو تو مطلع فرمائیں۔

[۲] ثانیاً معارف القرآن ج ۶ ص ۶۷۳ ''فامن لہ لوط وقال انی مہاجر الی ربی ،حضرت لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے تھے، آتش نمرود میں ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر سب سے پہلے یہ مسلمان ہوئے اور آپ کی اہلیہ حضرت سارہ جو آپ کی چچازاد بہن بھی تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں، ان دونوں کو ساتھ لے کر ابراہیم علیہ السلام نے وطن سے ہجرت کا ارادہ کیا'' اس عبارت میں حضرت لوط علیہ السلام کے بارہ میں یہ لکھنا کہ معجزہ دیکھ کر سب سے پہلے مسلمان ہوئے یہ عبارت غلط فہمی کا موجب بن سکتی ہے کیونکہ لوط علیہ السلام نبی تھے اور نبی تو قبل از نبوت بھی مومن ہوتا ہے، اور بقول شاہ ولی اللہؒ قطب باطنی کے درجہ میں ہوتا ہے، ویسے عقائد کی کتب میں نبی پر کفر اور شرک کسی لمحہ بھی طاری ہونا محال ہے، اس عبارت پر غور فرمائیں۔

[۳] ثالثاً معارف القرآن ج ۷ ص ۶۹۷ میں ہے۔

رسول اللہؐ کے علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب

''جناب رسول اللہؐ کے علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب یہ ہے یوں نہ کہا جائے کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو امور غیب کا بہت بڑا علم دیا تھا جو انبیاء میں کسی دوسرے کو نہیں ملا''

اطلاقی طور پر عالم الغیب تو صفت مختصہ خداوندی ہے اس کی نفی رسول اللہؐ سے کرنی تقاضاء ادب کے خلاف بالکل نہیں، یہ عبارت جناب والا نے رواروی میں لکھ دی ہے، اگر اس کو تسلیم کیا جائے تو علماء دیوبند رحمہم اللہ کی تمام مساعی پر پانی پھر جاتا ہے، علماء دیوبند کی کتب وتصریحات کے بالکل خلاف ہے، اس پر غور فرمائیں، انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اس عبارت پر توجہ فرمائیں'' ثم لیعلم انہ یجب ان ینفی عنہم صفات الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب والقدرۃ علی خلق العالم الیٰ غیر ذالك، ولیس ذالك بنقص ''الخ تفہیمات الٰہیہ ج اص ۲۴ طبع قدیم۔

غور فرمائیں یہ عبارت مبتدعین کیلئے علماء دیوبند رحمہم اللہ کے خلاف شر کا دروازہ کھولنے والی ہے۔

[۴] رابعاً معارف القرآن ج ۸ ص ۳۱۱ تحت آیت الم یان للذین اٰمنوا سورۃ حدید میں ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مومنین کے قلوب میں عمل کے اعتبار سے کچھ سستی محسوس فرمائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر)''

یہ ترجمہ ہے''عن ابن عباس انہ قال ان اللّٰہ استبطاء قلوب المومنین فعاتبہم علٰی رأس ثلاث عشرۃ من نزول القراٰن ''الخ (ج ۴ ص ۳۱۰) کا۔

استبطاء بطی خیال کرنا، سست جاننا، سستی معلوم کرنا، ترجمہ سستی معلوم کی ہونا چاہیے تھا، نہ کہ محسوس فرمائی، لفظ محسوس پر غور فرمائیں کہ اس کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر درست ہے؟ اگر درست ہو تو ہماری تسلی کیلئے تحریر فرمائیں، اگر درست نہ ہو تو اصلاح فرمائیں۔

[۵] خامساً ایک عرض ہے کہ تفسیر میں قرطبی وغیرہ سے اور بعض دیگر تفاسیر سے ضعیف روایات بکثرت آئی ہیں، اگر ایسی ضعیف روایتیں نہ ہوتیں تو بہتر تھا۔

[۶] سادساً بندہ حقیر نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ موجودہ دور میں انگریزی زبان میں اشاعت اور تبلیغ کے زیادہ مواقع ہیں، اگر آپ بھی تفسیر کے انگریزی ترجمہ کے متعلق غور فرمائیں تو شاید اللہ تعالیٰ مغربی ممالک کے لوگوں کیلئے اس کو

ہدایت کا ذریعہ بنادے، یہ بات بھی قابل توجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت سے رکھے اور آپ کے وجود گرامی سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے، اور آپ کی عظیم خدمات کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے اور درجات عالیہ کا ذریعہ بنادے، آمین۔

والسلام:

احقر عبد الحمید سواتی

خادم مدرسہ نصرۃ العلوم نز دگھنٹہ گھر گوجرانوالہ پنجاب پاکستان''

''**نوٹ!** حضرت والد ماجدؒ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا جب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ معارف القرآن لکھ رہے تھے تو میں نے ان کو خط کے ذریعہ چار فروگزاشتوں کی نشاندہی کی، جن میں سے تین کو انہوں نے درست تسلیم کیا اور چوتھی کے متعلق اپنے فقہی رجحان کو صائب قرار دیا اور انہوں نے خط میں شکریہ ادا کرنے کے ساتھ لکھا کہ مزید بھی دیکھ کر نشاندہی کریں، چنانچہ میں نے چار اور اغلاط لکھ کر بھیجیں لیکن اس دوران ان کا انتقال ہو گیا، پتہ نہیں ان کے ورثاء نے ان کے متعلق کیا کیا، کچھ علم نہیں۔'' (فیاض)

مولانا محمد ریاض انور گجراتی
فاضل جامعہ نصرۃ العلوم

واپس تشریف لائیں

جب ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاران کی چوٹیوں سے توحید کی صدا کو بلند فرمایا تو اس مبارک صدا کی خوشبو نے اہل مکہ کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا، اہل مکہ کے گھروں میں اس خوشبو نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا اور ازل سے ہی جن سعادت مندوں کے مقدر میں روشنی کا فیصلہ ہو چکا تھا، انہوں نے تو اس خوشبو والی صدائے حق سے خوب فائدہ اٹھانا شروع کیا، مگر جن کی قسمت میں تاریکی تھی، جو بدنصیب کفر وشرک کی عمیق گہرائیوں میں ڈوب چکے تھے، جب یہ توحید کی صدا ان کے کانوں میں گونجنے لگی تو وہ حیران وسرگردان ہو کر رہ گئے، مشرکین مکہ تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں سرعام اعلانیہ طور پر ان کے معبودان باطلہ کی مذمت کی جائے گی، ان کی عبادت کو باطل ومردود قرار دیا جائے گا اور صرف ایک اللہ کی ہی الوہیت کا پیغام سنایا جائے گا، شب وروز صرف اور صرف ایک خالق و مالک کے دروازے کی طرف بلایا جائے گا اور اس ذات قادر مطلق کی عبادت کو ہی کامیابی وکامرانی قرار دیا جائے گا، جب دین اسلام کی دعوت نے دن بدن پھیلنا شروع کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دعوت کا آغاز فرمایا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے چند رفقاء نے شروع میں ہی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ساری زندگی کیلئے اپنے لیے اسلام کی بہاروں کا انتخاب کر لیا تو پھر مشرکین مکہ اپنی بدبختی کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جنتی خدام کی مخالفت کیلئے کمربستہ ہو گئے، ان کے بس میں جو کچھ ہو سکتا تھا انہوں نے وہ کر دکھایا، دنیا کا ہر ظلم و ستم انہوں نے اسلام کے پروانوں پر ڈھایا، مگر آفرین ہو ان جنتی نفوس پر، ایک لمحہ، ایک لحظہ، ایک ساعت و گھڑی کیلئے بھی انہوں نے اسلام کو الوداع نہیں کہا، ان روسیاہ بدنصیب مشرکین نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو از حد اذیتیں پہنچائیں، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی دل جمعی واستقامت کے ساتھ اپنے مبارک ومقدس مشن میں مصروف رہے تو پھر مشرکین مکہ کی امیدوں پر خاک پڑنے لگی، وہ اس بات کو سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ ہم ساری

توانائیاں صرف کر کے جس چراغ اسلام کی روشنی کو گل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس کی روشنی کا بجھنا تو درکنار، وہ تو کبھی مدہم بھی نہیں ہوگی، بلکہ اس چراغ کی روشنی تو روز بروز لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہی ہے، بالآخر قریش نے ایک وفد کو تشکیل دیا جس میں بڑے بڑے رؤسائے قریش مثلاً عتبہ، عتیبہ، شیبہ، ربیعہ، ابوالخیرو دیگر سردار موجود تھے کہ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب سے بات کر کے اپنی صورت حال سے مطلع کرتے ہیں۔

قریش مکہ نے ابو طالب سے ان الفاظ میں شکایت کی کہ آپ کے بھتیجے ہمارے معبودوں کی مذمت کرتے ہیں، ہمارے بتوں میں عیب نکالتے ہیں، ہمارے عقلمندوں کو بے وقوف اور ہمارے بڑوں کو گمراہ بتاتے ہیں، ابوطالب ان کو روک دیں یا آپ ہمارے اور ان کے درمیان حائل نہ ہوں، ہم خود ہی ان سے نمٹ لیں گے، ابوطالب نے بڑی ہی حکمت عملی اور حسن تدبیر سے انہیں واپس لوٹا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی مدد کے سہارے دین اسلام کو پھیلانے میں مصروف ہیں، معبودان باطلہ کی نفی کا اظہار فرمانے میں لگے ہوئے ہیں، قریش مکہ جب مایوس ہوئے تو انہوں نے پھر دوبارہ ابوطالب کے پاس آنے کا فیصلہ کیا، اور مختلف قسم کی باتیں کرنے کے بعد ابوطالب کو ان الفاظ میں دھمکی دی حتی نکنه اذ منازله وایاك فی ذلك حتی یهلك احد الفریقین ہم آپ کے بھتیجے کو خود ہی ایسی باتوں سے روکیں گے یا پھر ان کے ساتھ مقابلہ کریں گے، یہاں تک کہ ہم دونوں فریقوں سے کوئی ایک ختم ہو جائے گا، جب قریشی وفد یہ دھمکی دے کر چلا گیا بعث الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال یا ابن اخی ان قومك قد جاء و نی فقالوا لی کذا وکذا للذی کانوا قالوا فابق علی اللّٰہ وعلٰی نفسك ولا تحملنی من الامر مالا علیك۔

تو ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیج کر بلایا اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم (قریش) میرے پاس آئی تھی، اور انہوں نے مجھ سے یہ یہ باتیں بیان کی ہیں، ابوطالب نے وہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر رحم کریں اور اپنی جان پر بھی رحم کریں اور مجھ پر اتنا دباؤ بھی نہ ڈالیں جو کہ میری طاقت سے باہر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے چچا کی اس گفتگو کو سماعت فرما کر گمان فرمایا کہ چچا کی رائے کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کر دیں گے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کر دیں گے اور وہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد وحمایت سے عاجز آ چکے ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش وفد کے بارے اپنے چچا کو صاف ان الفاظ میں فرمایا۔

یا عمّ، واللّٰہ لو وضعو الشمس فی یمینی، والقمر فی یساری علٰی ان اترك ھٰذ الامر حتی یظھرہ اللّٰہ او اھلك فیہ مار ترکتہ اے چچا اللہ کی قسم اگر میری دائیں جانب سورج اور بائیں جانب چاند رکھ دیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اس کو غلبہ دیں یا میں خود ختم ہو جاؤں تو پھر بھی میں اس کو نہیں چھوڑ وں گا،ثم استجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فبکٰی ثم قام پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں میں آنسو مبارک نکل پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آب دیدہ ہو گئے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

فلما ولی ناداہ ابو طالب فقال اقبل یا بنی اخی قال فاقبل علیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال اذھب یا ابن اخی قتل ما احببت فو اللّٰہ لا اسلمك لشی ابدا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۵۳)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے جانے لگے تو پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دے کر پکارا،ادھر آ اے بھائی (عبد اللہ) کے بیٹے ادھر واپس تشریف لائیں۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپس تشریف آوری ہوئی تو انہوں نے کہا اے بھتیجے آپ جو چاہیں وہ فرماتے ہی رہیں،اللہ کی قسم میں تمہیں کبھی بھی ان کے حوالے نہیں کروں گا۔

قارئین کرام!

ہر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مشعل راہ اپنانا چاہئے،حالات خواہ کتنے ہی دشوار و مصعب ہوں،ان مصائب وشدائد کو دیکھ کر مسلم کو ہرگز ہرگز راہ حق سے دلبر داشتہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اسوۂ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل ہونے سے ہی کامیابی وکامرانی کی سعادت مند منزلیں حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین پیغام کو پوری دنیا میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مولانا محمد فیاض خان سواتی

خاطرات

فارم رکنیت پُر ہو گیا

الحمدللہ ایک بار پھر وطنِ عزیز میں اہلِ حق کی نمائندہ جماعت ''جمعیۃ علماء اسلام'' کا فارم رکنیت پُر ہو گیا ہے، بندہ نے جب سے شعور و آگہی کے میدان میں قدم رکھا، اسی وقت سے صرف اسی جماعت کا رکن رہا ہوں، اور تادمِ زیست اسی کا ہی رکن رہنے کی تمنا رکھتا ہوں، حسبِ سابق اس بار بھی جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل اور ہمارے بے تکلف دوست مولانا حکیم محمد کوثر حفظہ اللہ تعالیٰ آج علی الصبح ہی جامعہ میں تشریف لائے اور پھر دفترِ اہتمام میں سب سے پہلا کام یہی ہوا، اللہ کریم اس نیک کام میں توجہ دلانے بلکہ رکنیت فیس بھی اپنی جیب سے ادا کرنے پر حکیم صاحب موصوف کو اجرِ جزیل عنایت فرمائے، احقر باقی احباب کو بھی اس موقع پر توجہ دلانا بے حد ضروری سمجھتا ہے کہ وہ بھی اس جماعت کے ممبر بنیں، اور جنہوں نے ابھی تک رکنیت فارم پُر نہیں کیا، وہ بھی پہلی فرصت میں اپنی دینی و قومی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس قافلہ حق میں شامل ہوں، اللہ کریم ہر ایک کو اس کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

؎ پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

پیر ہزاروی صاحب کی تشریف آوری

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے خلیفہ مجاز اور مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے خادمِ خاص، پیرِ طریقت، مجاہدِ اسلام حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ، راہنما جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، ۲۹، دسمبر ۲۰۱۸ء کو گوجرانوالہ میں اپنے کسی تبلیغی پروگرام کے سلسلہ میں تشریف لائے ہوئے تھے، تو اس دوران وہ بزرگانہ شفقت فرماتے ہوئے جامعہ نصرۃ العلوم میں بھی تشریف لائے، نمازِ عصر کے بعد انہوں نے ملاقات کے لئے آنے والے کثیر احباب کرام اور طلباء عظام سے خطاب فرمایا اور مجلسِ ذکر بھی ہوئی، بندہ علالت کے باعث اس میں تو شریک نہ ہو سکا، تاہم نمازِ مغرب کے بعد مہمان خانہ میں ان سے تفصیلی ملاقات کا شرف

حاصل ہوا، جس میں کافی دیر تک اکابرینِ امت کا تذکرہ ہوتا رہا، وہ ان دنوں بزرگانِ دین کے بارہ میں ایک کتاب تصنیف فرمارہے ہیں، جس کے لئے انہیں حضرت والدِ ماجد مفسرِ قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے حوالہ سے کچھ حوالہ جات درکار تھے، احقر نے اس سلسلہ میں والدِ ماجدؒ اور اپنی چند کتب ان کی خدمتِ اقدس میں پیش کیں، بہت خوش ہوئے، اور پھر انہوں نے بھی بندہ کو عود کی ایک شیشی خوشبو ہدیۃً عنایت فرمائی اور ساتھ بتایا کہ انہیں یہ مدینہ منورہ کے ایک ایسے بزرگ سے حاصل ہوئی تھی، جو بیک وقت دو نسبتوں کے حامل ہیں، حضرت مولانا محمد طیبؒ، جو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے مرید ہیں، ان کے صاحبزادے مولانا محمد فیض دام مجدہم نے یہ مجھے دی تھی، تو یہ میں آپ کو دے رہا ہوں، پھر غلافِ کعبہ اور غلافِ روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکروں کی زیارت سے بھی مشرف فرمایا، بندہ نے ان کو چوم کر آنکھوں سے لگایا، حضرت کے دستِ مبارک کو بھی بوسہ دیا، پھر واپسی پر انہوں نے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا، احقر کی تیمارداری کی، ہاتھ اور ماتھے پر بوسہ دیا، یہ سب میرے لئے سرمایہ زیست وافتخار ہیں، انہوں نے اپنے ہاں راولپنڈی آنے کی دعوت بھی دی اور فرمایا کہ مجھے تبرکات اکٹھا کرنے کا بہت ہی شوق ہے، جب آپ آئیں گے تو وہ بھی آپ کو دکھاؤں گا، احقر نے کہا کہ اب تو آنا واجب ہوگیا ہے، ان شاء اللہ جلد ہی حاضر ہونے کی کوشش ہوگی۔

وہ حال ہی میں مدینہ منورہ سے حضرت مولانا شیخ محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ کی عیادت کر کے واپس لوٹے ہیں، احقر کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ وہ بحمد اللہ اب روبصحت ہیں اور ہسپتال سے گھر واپس آچکے ہیں، یہ خبر سن کر مزید خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ انہیں مکمل تندرستی نصیب فرمائے۔

احقر نے جامعہ نصرۃ العلوم پر آزمائش کا ذکر بھی ان کے سامنے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جملہ طلباء وطالبات روزانہ کچھ وقت کے لئے درود شریف پڑھنے کا ضرور معمول بنائیں اور خصوصاً ''درود تنجینا'' کثرت سے پڑھا جائے، اللہ تعالیٰ تمام شرپسندوں کو اپنے عزائم میں ناکام فرمادے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ان کے ساتھ ہمارے راولپنڈی کے بے تکلف ساتھی، مقررِ شیریں بیان حضرت مولانا قاری محمد قاسم توحیدی حفظہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سفر تھے۔

ہمارے مخلص ساتھی جناب بابر اقبال صاحب نے اس موقع پر چائے کی پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا، حضرت کو انہوں نے اپنی طرف سے دو جوڑے کپڑوں کا ہدیہ بھی پیش کیا، اللہ کریم انہیں اجرِ جزیل سے نوازے۔

بندہ نے آخر میں پیر صاحب کا ہمارے ہاں تشریف لانے اور بزرگانہ شفقت فرمانے کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا تو وہ فرمانے لگے کہ ہماری اصل برادری تو آپ مدارس والے ہی ہیں، اور پھر یہ مدرسہ تو خصوصاً ہمارے بڑے بزرگوں کی نشانی ہے، اس میں آنا ہم اپنے لئے سعادت کی بات سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولادوں اور اولادوں کی اولادوں کی بھی حفاظت فرمائے۔

اور پھر عشاء کی نماز سے قبل ہی وہ گوجرانوالہ میں منعقدہ اپنے ایک تبلیغی پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے، اور یہ مبارک محفل اختتام پذیر ہوگئی۔

اللہ کریم ان کا سایہ عاطفت ہم ناکاروں کے سروں پر تادیر سلامت باکرامت رکھے، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

البرکۃ مع اکابرکم۔

خاندانِ سواتی واعوان میں ایک حافظہ کا مزید اضافہ

مفسرِ قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کی نواسی، حضرت مولانا عبدالحق اعوان کشمیری حفظہ اللہ کی پوتی، بندہ فقیر کی بھانجی اور مولانا حافظ اکرام الحق اعوان سلمہ اللہ کی بیٹی سارہ نے دس برس کی عمر میں ایک سال چار ماہ تیس دن کے قلیل دورانیہ میں اپنے والد سے قرآنِ کریم مکمل حفظ کر کے خاندانِ سواتی واعوان میں ایک مزید حافظہ کا اضافہ کر دیا ہے، جس پر ہم سب خداوندِ کریم کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔

اس خوشی کے موقع پر بچی کے والد نے ''گھمن میرج ہال'' کشمیر روڈ گوجرانوالہ میں ۳۱، دسمبر ۲۰۱۸ء کی دوپہر ایک پرتکلف کھانے کی دعوت اور تقریبِ آمین کا اہتمام کر رکھا تھا، جس میں ان دونوں خاندانوں کے خواتین و حضرات کے علاوہ بہت سے علماء کرام اور معززینِ شہر نے بھی شرکت کی، شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی حفظہ اللہ نے اس موقع پر سب کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے مختصر بیان فرمایا اور دعائے خیر بھی کی کہ مولیٰ کریم اس بچی کو قرآنِ کریم یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ مزید علمی ترقیات اور زندگی کی تمام مسرتوں سے بھی نوازے۔

بچی کے دادا جامعہ نصرۃ العلوم کے قدیم فضلاء میں سے ہیں، جو فالج کے حملہ کی وجہ سے کچھ عرصہ سے علیل ہیں، اللہ کریم انہیں صحت و عافیت سے نوازے، میرے ساتھ اسٹیج پر وہ تشریف فرما تھے، جو آج بہت ہی خوش تھے، بندہ فقیر انہیں اور دونوں خاندانوں کے جملہ افراد کو خوشی کے اس موقع پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو بھی ہے کہ اللہ کریم ہم سب کو ایسی خوشیوں کے مواقع ہمیشہ میسر فرماتا رہے اور ان حفاظ و حافظات کو خدا کی بارگاہ میں اپنے

خاندانوں کی شفاعت کا ذریعہ بھی بنائے، آمین بجاہ النبی الامین۔

امتحانات کی تکمیل اور علماءِ کرام کی آمد

جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں ایک ہفتہ سے جاری ششماہی امتحانات آج ۱۰، جنوری ۲۰۱۹ء کو بفضلِ خدا مکمل ہوگئے ہیں، اور آئندہ ایک ہفتہ کے لئے جامعہ میں تعطیلات رہیں گی۔

آج گوجرانوالہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان ''استحکامِ پاکستان اور پیغامِ مدارسِ دینیہ کانفرنس'' شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں منعقد ہورہی ہے، جس کی تفصیلی رپورٹ وفاق المدارس کی طرف سے ہی نشر ہوگی، اس موقع پر جلسہ میں مدعو مہمانانِ گرامی کا ایک وفد جلسہ سے قبل جامعہ نصرۃ العلوم میں بھی تشریف لایا، جس میں جانشینِ شیخ الحدیث وسابق صدر وفاق، حضرت مولانا صاحبزادہ ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، وفاق المدارس صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب راولپنڈی اور وفاق المدارس ضلع گوجرانوالہ کے مسئول حضرت مولانا قاری گلزار احمد قاسمی صاحب شامل تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ زاہدالراشدی، احقر اور برادرم مولانا محمد ریاض خان سواتی سے ان کی ایک طویل نشست ہوئی، جس میں ملکی اور بین الاقوامی حالاتِ حاضرہ پر باہم تفصیلی گفت وشنید ہوئی، خصوصاً اکابر واسلاف کا بھی خوب تذکرہ ہوا، ڈاکٹر صاحب نے چائے پینے کے بعد فرمایا کہ ''بہت مزیدار تھی آج صبح سے ہی مزیدار چائے پی رہے ہیں''، جس پر اکابر کی چائے نوشی کے ذوق وشوق کی بڑی دلچسپ اور لطیفانہ باتیں چھڑ گئیں، مولانا آزادؒ، حضرت بنوریؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا علی میاںؒ اور مولانا سالم قاسمیؒ وغیرھم کی چائے کی نوعیّتوں اور نزاکتوں کا تذکرہ ہوتا رہا، مولانا راشدی اس دوران جلسہ گاہ چلے گئے، پھر ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کی کیا مصروفیات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کچھ خاص نہیں، صرف بنین و بنات کو کچھ پڑھا دیتا ہوں، اہتمام کی ذمہ داری ہے، خطابت بھی ہے، ماہنامہ کی ادارت ہے اور فرصت ملے تو کبھی کچھ لکھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو انتظامی امور کے ساتھ بہت ہی مشکل کام ہے، پھر پوچھا کہ آپ کی تازہ تصنیف کون سی ہے؟ بندہ نے انہیں اور قاضی صاحب کو اپنی چند کتب " حاصلِ مطالعہ'' ''ذوقِ مطالعہ''، ''مفسرِ قرآن نمبر'' اور ''مقالاتِ سواتی'' کا ایک ایک سیٹ ہدیہ پیش کیا، بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ بڑے مزے کے عنوان ہیں، میرا فون نمبر لکھوایا اور کراچی آنے کی پرخلوص دعوت بھی دی۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کے والدِ ماجدؒ کا وہ خط بھی اس ''مفسرِ قرآن نمبر'' میں شامل ہے جو انہوں نے میرے والدِ ماجدؒ کی وفات پر ہماری حوصلہ افزائی کے لئے لکھا تھا، میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ ایک مرتبہ ایسے ہوا کہ آپ کے والدِ ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خانؒ فجر کے بعد صبح صبح ہی اچانک تشریف لے آئے اور اسی کمرہ میں مجھے فرمانے لگے کہ مجھے ''تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن'' کا مکمل سیٹ چاہئے، میں صرف اسی لئے آیا ہوں، وہ میرے پتہ پر بل سمیت ڈاک کے ذریعہ کراچی بھیج دیں، جو بندہ نے بھجوا دیا تھا، اس موقع پر ان سے کافی باتیں بھی ہوئی تھیں، احقر نے انہیں چائے پلانے کی بہت کوشش کی تھی لیکن انہوں نے فرمایا کہ وہ میں یہاں قریبی ایک گاؤں میں اپنے عزیزوں کے ہاں مامور ہوں، لہٰذا وہیں پیوں گا، اللہ کریم انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔

ڈاکٹر صاحب سے احقر کی یہ پہلی بالمشافہہ ملاقات تھی، پہلے صرف ان کے بارہ میں سنا ہی کرتے تھے لیکن ملاقات کے بعد یہ تاثر پختہ ہوا کہ وہ ایک صاحبِ علم و عمل، ملنسار، منکسر المزاج، باذوق اور دلچسپ انسان ہیں، اور پھر ہمارے حضرات شیخین کریمینؒ کے بھی بے حد مداح ہیں، جامعہ نصرۃ العلوم میں آمد پر انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا، اس پر ہم بھی ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ کریم انہیں سلامت با کرامت رکھے، آمین۔

تعطیلات کا فائدہ

جامعہ میں آج کل ششماہی امتحان کے بعد ایک ہفتہ کی تعطیلات چل رہی ہیں، ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آج چند احباب سے وعدہائے دیرینہ پورے کرنے کا عزمِ مصمم کیا، میری فیملی دو یوم سے اپنے ننھیال حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے ہاں الشریعہ اکیڈمی کے بالمقابل ان کی رہائش گاہ میں آئی ہوئی ہے، اور میرے برادرِ نسبتی مولانا پروفیسر حافظ محمد عمار خان ناصر صاحب نے مغرب کے بعد ہماری دعوت کا اہتمام کر رکھا ہے، سوچا اس دوران فارغ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کنگنی والا کے علاقہ میں احباب سے کئے گئے کچھ وعدے ہی وفا کر دوں، چنانچہ عصر سے کچھ پہلے برخوردار حافظ محمد خزیمہ خان سواتی سلمہ اللہ تعالیٰ کو ساتھ لیا، اور سب سے پہلے ختم نبوت مسجد و مدرسہ کنگنی والا جانا ہوا، مسجد و مدرسہ دیکھا، وہاں میرے ایک شاگرد مولانا حافظ محمد ابرار الحق بن مولانا عبد الغفور گورمانی فاضل جامعہ نصرۃ العلوم، امام ہیں، ان سے حضرت مولانا صاحبزادہ محمد داؤد نقشبندیؒ فاضل جامعہ نصرۃ العلوم کے گھر کا پتہ پوچھا، جو اس مدرسہ کے سامنے والی گلی میں ہی رہتے ہیں، مولانا داؤدؒ جامعہ میں میرے ہم سبق رہے ہیں، اور ان کے صاحبزادہ احمد داؤد صاحب میرے پاس جامعہ میں اکثر آتے جاتے رہتے ہیں، ان کے پاس حاضر ہونے کا

وعدہ وفا کیا، مولانا کی خانقاہ داؤدیہ اور لائبریری دیکھی اور ان کی قبر پر فاتحہ خوانی بھی کی اور پھر ان سے اجازت لے کر اپنے بے تکلف اور بزرگ دوست، خطیب آلِ محمد مولانا علامہ محمد ریاض انور گجراتی صاحب کے مدرسہ و مسجد صحابہ کرامؓ عقب سردار فیملی ہسپتال جانے کے لئے انہیں فون کیا، انہوں نے فوراً دو موٹر سائیکل سواروں کو جی ٹی روڈ پر بھیجا اور انہوں نے ہمیں ان کی منزل تک پہنچا دیا، عصر کی نماز وہاں ان کی زیرِ تعمیر مسجد میں اداء کی، مولانا نے پرتکلف چائے کا اہتمام فرمایا، وہاں سے مولانا قاری محمد احسان اللہ قاسمی صاحب سے فون پر رابطہ کیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ بنفسِ نفیس تشریف لے آئے اور ہمیں ساتھ لے کر وہاں سے روانہ ہوئے، پہلے اپنا گھر دکھایا اور پھر اپنا زیرِ تعمیر مدرسہ و مسجد فیضان قرآن میں لے گئے، تھوڑی دیر وہاں رکے مسجد و مدرسہ دیکھا، ان کے بیٹوں سے ملے، دعائے خیر کی اور پھر ان کے ساتھ ہی جامع مسجد انس بن مالکؓ چلے گئے، اس دوران مغرب کا وقت ہو چکا تھا، وہاں میرے ایک شاگرد مولانا احمد نواز صاحب فاضل جامعہ نصرۃ العلوم خطیب ہیں، لیکن شومئی قسمت کہ وہ اس وقت وہاں موجود نہ تھے، ان کی مسجد دیکھی اور پھر وہاں سے الشریعہ اکیڈمی کی مسجد میں واپس آ کر مغرب کی نماز اداء کی، قاری احسان اللہ صاحب اور ایک دوسرے ساتھی ہمیں وہاں تک چھوڑ کر واپس ہوئے اور یوں کچھ وعدے وفا کر کے اپنے من کا بوجھ ہلکا کیا، باقی احباب کے وعدے پھر سہی، الکریم اذا وعد وفا۔

یار زندہ صحبت باقی

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کی تشریف آوری

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف، جانشینِ خواجہ خواجگان حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ خلیل احمد نقشبندی حفظہ اللہ تعالیٰ نے ۱۷، جنوری ۲۰۱۹ء کو عشاء کی نماز جامع مسجد نور گوجرانوالہ میں اداء کی، بعد ازاں مہمان خانہ جامعہ نصرۃ العلوم میں ان کے ساتھ اہلِ علم اور ان کے متعلقین کی ایک طویل نشست ہوئی، جناب بابر اقبال صاحب اور جناب عبد الرحمٰن لدھیانوی صاحب نے اس موقع پر خواجہ صاحب کے ساتھ کافی سارے احباب کے لئے ایک پرتکلف اور پرخلوص دعوت کا اہتمام بھی فرمایا تھا، اللہ ان اصحاب کے رزق میں مزید برکتیں نازل فرمائے، بندہ نے اس موقع پر خواجہ صاحب سے کافی ساری باتیں کیں، جن میں سے چند اہم یہ ہیں۔

☆ علیک سلیک کے بعد میں نے ان کے بھائیوں کی خیریت دریافت کی تو فرمایا ایک بھائی لاہور والے مسلسل بیمار ہیں اور باقی سب خیریت سے ہیں، اللہ کریم ان کے بھائی کو شفائے کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے، آمین۔

☆ خانقاہ موسٰی زئی شریف کے بارہ میں پوچھنے پر انہوں وہاں کے سجادہ نشین اور ان کے تفصیلی حالات سے مطلع فرمایا۔

☆ میں نے ان کی زیرِ تعمیر نئی لائبریری کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا کام مسلسل جاری ہے لیکن مہنگائی کی وجہ سے کتابیں اکٹھی کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، البتہ کسی ساتھی نے ہمیں ایک بہت ہی اچھا اسکینر دیا ہے، جس سے قدیم کتب کو حفاظت کے ساتھ ہم سکین کر کے محفوظ کر رہے ہیں اور کافی ساری کتابیں کمپیوٹر میں محفوظ کر چکے ہیں۔

☆ کھانے سے پہلے انہوں نے دوائی کھائی تو احقر نے پوچھا کیا عارضہ ہے، تو فرمایا کہ شوگر ہے۔

☆ چنانچہ چائے لامحالہ انہوں نے پھیکی ہی پینی تھی، سو آج ہم نے بھی ایک مدت کے بعد ان کی اقتداء میں بغیر چینی کے ہی چائے نوش کی، اس موقع پر آج پھر چائے کی باتیں چھڑ گئیں، تو فرمانے لگے کہ چائے میں پٹھانوں کا کوئی ذوق نہیں ہے، جیسی کیسی بھی ہو، بس چائے ہونی چاہئے، پی لیتے ہیں، بلکہ چائے سے زیادہ قہوہ پیتے ہیں، اور فرمایا کہ میرے والد ماجد حضرت خواجہ صاحبؒ پھیکی چائے نہیں پیتے تھے بلکہ چار پانچ چمچ چینی ڈالتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو چائے میٹھے کے لئے پیتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے بارہ میں سنا ہے کہ وہ بہت میٹھی چائے پیتے تھے، پانچ چھ چمچ چینی ایک کپ میں ڈالتے تھے، مولانا ابوالکلام آزادؒ کی چائے کا ذکر ہوا تو فرمانے لگے وہ چائے یہاں نہیں ملتی، وہ تو دودھ والی چائے نہیں ہوتی تھی، یہ دودھ والی چائے کا رواج تو صرف ہمارے ان علاقوں میں ہی ہے جبکہ عرب سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں قہوہ نما چائے ہی استعمال ہوتی ہے، بلکہ یورپ کی بعض جگہوں میں تو ڈھنگ کی پتی ہی دستیاب نہیں ہوتی۔

☆ خواجہ صاحب نے گزشتہ سال مجھے اپنے ہاں خانقاہ آنے کی دعوت دی تھی، احقر نے جانے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن وہ بوجوہ ابھی تک وفا نہیں ہو سکا، انہوں نے اس بار پھر یاد دہانی کرائی ہے، اللہ کرے کہ اب جلد ہی یہ وفا ہو جائے۔

☆ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس سال ہم نے حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کو ختمِ بخاری پر اپنے ہاں دعوت دی ہے۔

☆ اور اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہوئیں، جو صرف مجلسی امانت ہوتی ہیں، انہیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا مناسب نہیں ہوتا۔

ہم خواجہ صاحب کا تہہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے ہاں قدم رنجہ فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، اللہ کریم انہیں اپنے شایانِ شان اجرِ عظیم سے نوازے، آمین بجاہ النبی الامین۔

رپورٹ: محمد حمزہ
شریک دورۂ حدیث جامعہ نصرۃ العلوم

تین نصیحتیں

۲۹، دسمبر ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں ایک روحانی تقریب منعقد ہوئی، جس میں پیر طریقت حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی خلیفہ مجاز حضرت اقدس شیخ زکریاؒ تشریف لائے، محفل کا آغاز جامعہ ھٰذا کے شعبہ تجوید کے استاد مولانا قاری سعید احمد صاحب کی تلاوت سے ہوا، جنھوں نے اپنی مسحور کن آواز سے سماں باندھ دیا تھا، تلاوت کے بعد جامعہ ھٰذا کے دورۂ حدیث کے طالب علم مولانا محمد عرباض نے نعتیہ کلام پیش کیا، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جامعہ ھٰذا کے ناظم مولانا محمد ریاض خان سواتی نے انجام دیے اور پھر حضرت پیر صاحب کا بیان ہوا، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

پیر صاحب نے اپنے بیان کے آغاز میں جامعہ نصرۃ العلوم اور اس کے متعلقین کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے اپنے شیخ کی ایک نصیحت یاد آگئی ہے، وہ آپ کو سناتا ہوں، میں مدینہ شریف اپنے شیخ ؒ سے ملنے گیا تو ۶ ماہ کا عرصہ گزارنے کے بعد جب میں واپس آنے لگا تو حضرت شیخ ؒ سے میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی نصیحت فرمادیں، توانہوں نے مجھے تین نصیحتیں کیں۔

۱۔ فرمایا کہ موت کو دل سے یاد رکھنا۔ ۲۔ ہر سنت پر قصداً عمل کرنا۔ ۳۔ درود شریف کی کثرت کرنا۔

پھر حضرت نے ان کی حکمت بیان کی کہ موت کی یاد سے آدمی گناہوں سے بچ جاتا ہے اور نیکی کی توفیق ہوتی ہے، سنت پر عمل کرنے سے اللہ کے رسول کی اطاعت کا ذوق پیدا ہوتا ہے جس کی ہم کو قرآن میں ہدایت کی گئی ہے اور فرمایا کہ درود شریف کی کثرت کرنا، کیونکہ درود شریف سے اللہ مشکلات کو حل کرتا ہے، غموں کو دور کرتا ہے، گناہ معاف کرتا ہے، اس کی برکت سے قرب نبی حاصل ہوتا ہے اور درود شریف پڑھنے سے اللہ کی رحمت و سلامتی نازل ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد محفل ذکر ہوئی اور بیعتِ توبہ کا سلسلہ بھی ہوا، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان باتوں پر عمل کی توفیق دے، آمین۔

مولانا محمد فیاض خان سواتی

وفیات

[۱] تعزیت اور فاتحہ خوانی

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد چراغؒ فاضل دار العلوم دیوبند کے قائم کردہ دینی ادارہ ''جامعہ عربیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ'' کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد عارف کا گزشتہ ماہ تقریباً تریسٹھ برس کی عمر میں اچانک انتقال ہو گیا تھا، مرحوم کا ایک جنازہ گوجرانوالہ میں اور دوسرا جنازہ ان کے آبائی گاؤں چھوکر خورد ضلع گجرات میں ادا کیا گیا اور پھر وہیں انہیں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرحوم، مولانا محمد چراغؒ کے خصوصی شاگرد، خادمِ خاص اور ان کے علوم وفنون کے امین تھے، سن ۱۹۷۵ء سے ان کے ادارہ میں ہی درس وتدریس سے منسلک تھے، اور اب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، حلیم الطبع مبلغ، کہنہ مشق مدرس اور خوش نویس مصنف بھی تھے، ہمارے ہاں جامعہ نصرۃ العلوم میں بھی ان کی گاہے بگاہے آمد ورفت رہتی تھی، ہمارے شیخین کریمینؒ کے بڑے مداح تھے، اور ٹانگ سے معذور ہونے کے باوجود ایک باہمت انسان تھے، ان کے ایک بیٹے حافظ قاری محمد بن عارف نے جامعہ نصرۃ العلوم سے تجوید اور سبعہ عشرہ میں چار سال تعلیم حاصل کر کے سندِ فراغت حاصل کی تھی، چند سال قبل احقر کا مولانا مرحوم سے ایک فکری موضوع پر مباحثہ بھی تحریری صورت میں ہوا تھا، تو ان دیرینہ ناطوں کی بناء پر ان کی تعزیت کے لئے جانے کا سوچ رہا تھا کہ اچانک ہمارے نہایت ہی بے تکلف دوست خطیبِ گلبرگ لاہور حضرت مولانا الحاج حافظ قاری محمد احمد کریم قاسمی فاضل جامعہ نصرۃ العلوم کا فون آ گیا کہ وہ گوجرانوالہ ان تعزیت کے لئے آ رہے ہیں، کیونکہ انہوں نے جامعہ عربیہ میں مولانا محمد عارف سے مفید الطالبین، الطریقۃ العصریۃ اور علم الصرف جیسی کتب پڑھی تھیں اور وہ ان کے استاذ تھے، بندہ نے ان سے عرض کیا کہ آپ میرے پاس سیدھے تشریف لے آئیں، یہاں سے اکٹھے ہی ان کی تعزیت کے لئے چلیں گے، چنانچہ ان کی معیت میں، ان ہی کی گاڑی پر احقر، برادرم مولانا محمد ریاض خان سواتی، مولانا قاری سعید احمد اور تجوید کے

ایک طالبعلم علی آج دوپہر جامعہ عربیہ میں حاضر ہوئے اور جامعہ عربیہ کے مہتمم مولانا قاری عطاء الرحمن مدنی اور ناظم اعلیٰ مولانا حافظ ضیاء الرحمن سے مولانا مرحوم کی تعزیت کی، یہ دونوں حضرات، مولانا محمد چراغؒ کے پوتے اور مولانا حافظ محمد انور قاسمیؒ کے صاحبزادے ہیں، ان کے دفتر میں کافی دیر تک مولانا عارف رح اور دیگر مختلف دینی و سیاسی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، ہمارے انکار کے باوجود بھی انہوں نے چائے کا پرتکلف اہتمام کیا اور پھر آخر میں دعائے تعزیت کے ساتھ واپسی ہوئی۔

مولانا محمد چراغؒ کی قبر جامعہ عربیہ کے احاطہ میں ہی واقع ہے، واپسی پر وہاں بھی فاتحہ خوانی کی، احقر کا سالہا سال سے "ترمذی شریف" پڑھاتے ہوئے ان کی "العرف الشذی" دیکھنے کا معمول چلا آرہا ہے، جو انہوں نے اپنے استاذ، خاتم المحدثین حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تقریر دورانِ درس دارالعلوم دیوبند میں بالمشافہہ عربی میں قلمبند کی تھی، جو ابِ ترمذی شریف کے بیشتر نسخوں کے حواشی میں ہی مطبوعہ ہے، اور درس وتدریس کرنے والے اہلِ علم اس سے مسلسل استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں، مولیٰ کریم انہیں غریقِ رحمت فرمائے، اور مولانا محمد عارف کی بھی بشری لغزشوں سے تسامح فرماتے ہوئے انہیں خلدِ بریں کا مکین بنائے، آمین یارب العالمین۔

[۲] ڈاگئی باباجی کی رحلت

۱۳، جنوری ۲۰۱۹ء کو صبح آٹھ سوا آٹھ بجے کے درمیان پیرِ طریقت حضرت مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتھم کا فون آیا کہ استاذ العلماء حضرت مولانا حمد اللہ جان المعروف ڈاگئی باباجی کا انتقال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

انہوں نے بتایا کہ وہ ہمارے شیخ، برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ کے شاگرد اور متعلقین میں سے تھے اور جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے قدیم فضلاء میں سے تھے، کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے، کل شام ایک سو پانچ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا ہے اور آج دو بجے ان کی نمازِ جنازہ ڈاگئی ضلع صوابی میں ادا کی جائے گی، تقریباً پون صدی سے زائد عرصہ تک انہوں نے بہت سے دینی شعبہ جات میں خدمات انجام دی ہیں، میں ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے جارہا تھا کہ آپ یاد آگئے، سوچا کہ آپ کو بھی اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع کردوں اور ساتھ آپ کی مزاج پرسی بھی کرلوں، پیر صاحب چند روز قبل جب ہمارے ہاں جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں تشریف لائے تھے تو اس وقت بندہ کافی علیل تھا۔

احقر نے عرض کیا کہ اللہ کے فضل وکرم اور آپ بزرگوں کی دعوات اور توجہات کی بدولت میں اب کافی بہتر

ہوں، اور آپ کی اس بزرگانہ شفقت پر سراپا ممنونِ احسان بھی ہوں، اللہ کریم آپ کو اس امرِ نیک پر جزائے خیر نصیب فرمائے اور آپ کا سایہ عاطفت تا دیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔

مولانا ڈاگئی باباجی کی وفات سے وطنِ عزیز خصوصاً اور عالمِ اسلام عموماً ایک نامور، بزرگ، محقق، عالم باعمل سے محروم ہوگیا ہے، میں نے ان سے عرض کیا کہ ہماری طرف سے بھی مولانا ڈاگئی باباجی کے صاحبزادگان کی خدمت میں تعزیت پیش کیجئے گا، تو حضرت نے فرمایا، ان شاءاللہ العزیز ضرور میں آپ کی طرف سے بھی انہیں تعزیت پیش کروں گا۔

پیر صاحب نے اس موقع پر نظرِ التفات وعنایات سے فقیر پُر تقصیر کو شیخ محمد زکریاؒ کے سلاسلِ اربعہ میں مجاز فرما کر یہ بارِ عظیم بھی میرے ناتواں کندھوں پر ڈال دیا ہے کہ آپ کو چونکہ قبل ازیں بھی حضرت سید نفیس الحسینی شاہ نور اللہ مرقدہ کی طرف سے چاروں سلاسل میں خلافت حاصل ہے، لہٰذا آپ ان سلاسل کو آگے بڑھائیں، احقر نے عرض کیا کہ بندہ اپنی نالائقی، بے ہمتی اور بے ذوقی کی وجہ سے اپنے آپ کو اس کا بالکل بھی اہل نہیں سمجھتا، تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے قبل تمام اکابر بھی ایسا ہی سوچتے تھے، چنانچہ جب کسی صورت میری دال نہ گلی، تو لاچار عرض کیا کہ پھر دعا ہی فرمائیں کہ اللہ کریم اس ناکارہ کا اپنی قدرتِ کاملہ سے شرحِ صدر فرمادے اور پھر آپ کے حسنِ ظن کے لائق بنادے، وماذٰلک علی اللہ بعزیز۔

[۳] کل نفس ذائقۃ الموت

۱۵، جنوری ۲۰۱۹ء کو جامع مسجد نور گوجرانوالہ میں مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد برادرِ مکرم مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن صاحب نے اچانک یہ اندوہناک خبر سنائی کہ ہمارے دیرینہ دوست اور مخلص ساتھی مولانا قاری عبدالمالک ہزاروی رح فاضل جامعہ نصرۃ العلوم وسابق خطیب جامع مسجد اکبری ریلوے کالونی کوئٹہ کے جوان سال بڑے صاحبزادے قاری عبدالخالق کچھ عرصہ آنتوں کے کینسر کے عارضہ میں مبتلاء رہنے کے بعد انتقال کر گئے ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم خوش اخلاق، خوش شکل، ملنسار، عمدہ قاری اور تین بچوں کے باپ تھے، غالباً پینتیس برس کے لگ بھگ عمر ہوگی، قاری عبدالمالک رح نے سن ۲۰۰۸ء میں اپنے ہاں قرآن کریم کے موضوع پر ایک عظیم الشان جلسہ عام کا پروگرام رکھا تھا، جس میں مہمانانِ خصوصی کے طور پر قارن صاحب کو اور مجھے بھی دعوت دی تھی اور ہم اس میں شرکت کے لئے ریل کے ذریعہ کوئٹہ گئے تھے، برخوردار حافظ محمد خزیمہ خان سواتی سلمہ اللہ تعالٰی بھی اس سفر میں ہمارے ساتھ شریک تھا، مجھے وہ منظر ابھی تک یاد ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جب یہ پروگرام شروع ہوا تھا تو ہمارے بیانات سے پہلے مرحوم نے بہت ہی عمدہ تلاوتِ

قرآن کریم کی تھی اور اس سارے سفر کے دوران اس نے ہماری بہت ہی خدمت کی، ہر وقت ہمارے ساتھ ساتھ رہا، اس کی ناگہانی موت پر دلی صدمہ ہوا، ہم اس حادثہ فاجعہ پر ان کے گھرانے اور جملہ خاندان کے غم میں برابر شریک ہیں اور تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ کریم اس کی بشری لغزشوں اور خطاؤں کو درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، اس کے بیوی بچوں کے لئے بہتر اسباب پیدا فرمائے اور سب کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے، آمین یا الٰہ العالمین۔

[۴] کل من علیھا فان

میرے ماموں زاد میاں حاجی سہیل انور صاحب کے ماموں اور محمد قمر صاحب کے والد محمد بشیر صاحب کا ۱۷ جنوری ۲۰۱۹ء صبح پانچ بجے انتقال ہو گیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کچھ عرصہ سے فالج کے عارضہ میں مبتلاء تھے، صوم وصلٰوۃ کے پابند باشرع اور نیک وصالح انسان تھے، ہم انہیں پیار سے ماموں مَنا کے نام سے پکارا کرتے تھے اور بچپن میں ان کے گھر کثرت سے آتے جاتے رہتے تھے، وہ جامع مسجد نور میں مستقل میرے پیچھے تراویح، عیدین اور جمعہ اداء فرمایا کرتے تھے، اور ہماری ہر خوشی غمی میں برابر شریک رہتے تھے، احقر نے ہی آج دوپہر سوا دو بجے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر انہیں قبرستان کلاں گوجرانوالہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ کریم ان کی آخرت کی تمام منزلیں آسان فرمائے، بشری غلطیوں کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

[۵] تبلیغی جماعت کے معروف مبلغ مولانا محمد بہاولپوری بھی گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے ہیں، مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلامذہ میں سے تھے، رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع میں ان کا بیان ایک خاص نوعیت سے مخصوص تھا، مدت العمر درس وتدریس اور تبلیغی مشن میں کام کرتے رہے۔

[۶] مولانا حافظ فضل الہادی مدرس جامعہ نصرۃ العلوم کے حقیقی خالو تاج محمد خان صاحب عرف تاج ملا صاحب کا علالت کے بعد مانسہرہ میں ۱۵ جنوری کو انتقال ہو گیا ہے اور وہیں ان کی تدفین ہوئی، مرحوم تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی ساری اولاد عالم ہے۔

[۷] جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل اور مدرس مولانا حافظ سبحان اللہ کا ایک ماہ کا بیٹا بھی گزشتہ ماہ اچانک نمونیہ کا مرض لاحق ہو جانے سے وفات پا گیا ہے، اللہ رب العزت ان کے خاندان کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔

[۸] جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل مولانا محمد الیاس مظہری کے سُسر بھی گزشتہ ماہ وفات پا گئے ہیں۔

[۹] جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل مولانا محمد ابرار الحق امام جامع مسجد ختم نبوت کنگنی والا کے والد مولانا قاری عبد الغفور گورمانی کا بھی گزشتہ ماہ گوجرانوالہ میں انتقال ہوگیا ہے، مرحوم نیک وصالح اور بزرگوں کے محبین میں سے تھے، ان کی دو بیٹیاں بھی جامعہ نصرۃ العلوم للبنات میں معلّمہ رہی ہیں۔

[۱۰] جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل مولانا حافظ گلزار احمد آزاد کے بھائی بھی گزشتہ ماہ انتقال فرما گئے ہیں۔

[۱۱] جامعہ نصرۃ العلوم کے درجہ موقوف علیہ کے طالبعلم حافظ نصر اللہ کے والد رضوان اللہ بھی گزشتہ ماہ شدید علالت کے بعد بوجھڑی آلائی بٹگرام میں انتقال فرما گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت فرمائے۔

☆ قارئین کرام ان تمام وفات پانے والے حضرات کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت ان کی غلطیاں کوتاہیاں معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

جنوری ۲۰۱۱ء سے دسمبر ۲۰۱۷ء تک

ماہنامہ نصرۃ العلوم کے اوراق میں بکھرا ہوا

شائع ہو کر منظر عام پر آ چکا ہے! جس میں ملاحظہ فرمائیں

نصیحت آموز باتیں | تاریخی و معلوماتی واقعات | عقائد و افکار

اکابر و اسلاف کا تذکرہ | علمی لطائف وغیرہ

از قلم:

مولانا محمد فیاض خان سواتی

مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم

ناشر! ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

Tel
055
4218530

MONTHLY
NUSRAT-UL-ULOOM
GUJRANWALA

SR
22

e-mail:nusratululoom@gmail.com

ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم کی مطبوعات

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۱	قرآن مجید (مترجم)	۲۸	فیوضات حسینی
۲	دمغ الباطل (فارسی)	۲۹	تکمیل الاذہان
۳	مقالات سواتی	۳۰	تفسیر آیت النور
۴	مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم وافکار	۳۱	مجموعہ رسائل (حصہ دوئم)
۵	مفسر قرآن نمبر	۳۲	نور وبشر
۶	شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان	۳۳	سعدیات فارسی
۷	الطاف القدس	۳۴	کریما سعدی (مترجم)
۸	مجموعہ رسائل (حصہ اول)	۳۵	عقیدۃ الطحاوی
۹	مباحث کتاب الایمان مسلم شریف	۳۶	احکام عمرہ
۱۰	احکام حج	۳۷	میزان البلاغہ
۱۱	نماز مسنون خورد	۳۸	فیض المحدثین
۱۲	تشریحات سواتی	۳۹	امام اعظمؒ عزم واستقلال وتابعیت اور صحابہؓ سے روایات
۱۳	الفقہ الاکبر	۴۰	بیس تراویح
۱۴	اصطلاحات تیسیر المنطق	۴۱	امام محمدؒ اور ان کی کتب کا اجمالی تعارف
۱۵	حجۃ الاسلام (عربی)	۴۲	صرف ولی اللہی
۱۶	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	۴۳	مختصر ترین اور جامع اذکار
۱۷	نام نہاد اہلحدیث	۴۴	احکام قربانی
۱۸	امام زہریؒ	۴۵	دروس الحدیث (مکمل 4 جلد)
۱۹	حی علی الفلاح	۴۶	عون الخبیر شرح الفوز الکبیر
۲۰	دینی مدارس اور ان کا نصاب تعلیم	۴۷	فیض الحدیث
۲۱	احکام رمضان	۴۸	درس مشکوۃ
۲۲	اجوبہ اربعین	۴۹	مفسر قرآنؒ کی تفسیر اہل علم کے نظر میں
۲۳	مبادی تاریخ الفلسفہ (عربی)	۵۰	خطبہ حجۃ الوداع تکمیل انسانیت کا عالمی پروگرام اور امن کا چارٹر
۲۴	حاصل مطالعہ	۵۱	الاکابر
۲۵	نماز مسنون کلاں	۵۲	شواہدات
۲۶	خطبات صدارت	۵۳	فیض القرآن
۲۷	دلیل المشرکین	۵۴	ذوق مطالعہ

ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ پاکستان